ذکر خیر الانام
حنیف اسعدی

ذکرِ خیر الانام

ذکرِ خیر الانام ﷺ

حنیف اسعدی

مکتبہ اربابِ قلم

۲۰۷ گھڑیالی بلڈنگ، صدر کراچی

(جُملہ حقوق بحقِ مصنّف محفوظ)

(اشاعتِ اوّل ——— ۱۹۸۴ء)

سرورق ——— بشیر مُوجد ○ کتابت ——— ایم شریف گلزار

تعداد ——— ایک ہزار ایک سو ○ قیمت ——— چالیس روپے

طابع ——— احمد برادرس پرنٹرز، کراچی

مرا کمالِ اطاعت
مرا خلوصِ تمام
خدائے پاک کے نام

کتاب ہاتھ پہ ہے
لب پہ ہیں درود و سلام

نام

حنیف احمد

والد کا نام

محمد صدیق حسن اسعد شاہ جہاں پوری

پیدائش

شاہ جہاں پور، یکم جنوری ۱۹۱۹ء

تعلیم

بی اے (علیگڈھ یونی ورسٹی)

ترتیب

پروفیسر مرزا محمد منور ۱۱
سلیم احمد ۲۰
سحر انصاری ۲۷
حمد ربِّ جلیل ۳۱
حمد ربّ جلیل ۳۲
اس ذات پر صفات کی حجّت ہوئی تمام ۳۴
کیا مرتبہ ہے اس تنِ عنبر سرشت کا ۳۶
رُوح بن کر وسعتِ کونین میں زندہ ہیں آپؐ ۳۸
سررشتۂ کن فکاں محمدؐ ۴۰
اسم لکھوں کہ اسمِ ذات لکھوں ۴۳
زباں پہ جب بھی مدینے کی گفتگو آئی ۴۵
گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے ۴۷
درود پہلے پڑھو پھر نبیؐ کا ذکر کرو ۴۹

اذنِ طواف لے کے شہ دیں پناہ سے	۵۱
جو کسی کسی کا نصیب ہے وہ مرے حضورؐ مجھے بھی دیں	۵۳
آپؐ اس طرح مری خلوتِ جاں میں آئے	۵۵
لبِ گویا کو وہ معراج عطا ہو یا رب	۵۷
صلِّ علیٰ کس حُسنِ ادا سے دعوت کا آغاز ہوا	۵۹
مرحبا ختمِ مرسلینؐ آئے	۶۱
نبیؐ کے ذکر سے روشن تھے بام و در میرے	۶۳
حاضری قرض ہے یہ قرض اتاروں کیسے	۶۵
نگاہِ حق میں مقام محمدیؐ کیا ہے	۶۷
کوئی اُنؐ کے بعد نبی ہوا، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں	۶۹
میں راہ میں ہوں گنبدِ خضرا ہے نظر میں	۷۱
کہیں بھٹکے کہیں ٹھہرے سفینہ	۷۳
بس یہی دو ہیں میرے سخن کے اصول	۷۵
اِسی امید پہ تنہا چلا ہوں سُوئے حرم	۷۷
اک اک سے کہہ رہی ہے نظر اضطراب میں	۷۹
ہادیٔ پاک و خیر البشر آپؐ ہیں	۸۱
یا رب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر	۸۳
دل سے اوہام مٹے فکر نے رستہ پایا	۸۵
دونوں ہاتھوں میں ہے اب آپؐ کا داماں آقاؐ	۸۷
مرے حضورؐ اس اوجِ کمال تک پہونچے	۸۹

دُعا کو بابِ اثر سے گزار کر دیکھو ۹۱
سرِ ساحل نظر آتے ہیں سفینے کتنے ۹۳
وُہ ذات بیکس و مجبور کا سہارا نہ ہو ۹۵
خدا گواہ کہ بے حدّ و بے کراں ہیں حضورؐ ۹۷
نامِ نامی بھی صدا ہو جیسے ۹۹
رُواں رُواں مرا روتا ہے چشمِ تر کی طرح ۱۰۲
نہ جانے کب سے ہے مجھ کو یہ انتظار حضورؐ ۱۰۴
دستِ طلب ہوں دستِ کرم چاہتا ہوں میں ۱۰۶
بیک نگاہ وہ جلوہ بہم نظر آیا ۱۰۸
خود جو لکھوں تو یہی حسبِ طبیعت لکھوں ۱۱۰
خدا گواہ کبھی محترم نہیں ہوتا ۱۱۲
کیا مرتبہ بیاں ہو رسالت مآبؐ کا ۱۱۴
زباں پر مری وِردِ صلِّ علیٰ ہے ۱۱۶
زہے نصیب انہیں ربط حالِ زار سے ہے ۱۱۸
پتا خدا کا خدا کے نبیؐ سے ملتا ہے ۱۲۰
راہِ حق میں جو سرِ راہ مدینہ آیا ۱۲۲
اب اس منزل پہ عمرِ مختصر ہے ۱۲۴
تمام عمر اسی ایک کام میں گزرے ۱۲۶
کوئی کہیں ہو اگر آپؐ کی نگاہ میں ہے ۱۲۷
یہ کس کی تشریف آوری پر بہار مژدہ سنا گئی ہے ۱۲۹

ایک عجیب کیفیت قلب و نظر کے ساتھ ہے ۱۳۱
خدا کی سمت خدائی کی رہبری کے لئے ۱۳۳
مری بے بسی پہ کرم کرو تمہیں واسطہ ہے حضورؐ کا ۱۳۵
حضورؐ اب تو نہ مرنے میں ہوں نہ جینے میں ۱۳۷
بارِ عصیاں سر پہ ہے بیچارگی سے آئے ہیں ۱۳۹
کیا کہیے حضورِ شاہِ اُممؐ کیا قلب کی حالت ہوتی ہے ۱۴۱
اک نظر ایسی بھی مجھ پر مرے آقاؐ ہو جائے ۱۴۳
حرم کے زائر، صفا کے راہی، منیٰ و عرفات کے مسافر ۱۴۵
لکھ لکھ کے تا بہ کئے سرِ منبر پڑھوں سلام ۱۴۷
تضمین بر نعت شاعر لکھنوی ۱۴۹
تضمین بر نعت راغب مراد آبادی ۱۵۲
تضمین بر نعت شبنم رومانی ۱۵۶
دیارِ حرم سے واپسی ۱۵۹
دیارِ نبیؐ سے واپسی ۱۶۰
سلام بحضورؐ خیر الانام ۱۶۱
درود و سلام ۱۶۳

پروفیسر مرزا محمد منوّر

ہر نکتہ مقامے دارد

کہا جاتا ہے کہ مظاہرِ فن اپنے فنکار کے آئینہ دار ہوتے ہیں، یہ قول ہمیشہ صحیح نہیں ہوتا، حضرت ریاض خیر آبادی اور حضرت امیر مینائی کا اکثر غزلیہ کلام دونوں بزرگوں کی شخصیت کو چھپائے ہوئے ہے، یہی حال حضرتِ حالی کا ہے، اگر محض مجموعۂ غزلیاتِ حالی ہی پیشِ نظر ہو تو وہ حالی نگاہوں سے نہاں رہتے ہیں جنہوں نے مسدّس لکھا۔ مسدّس کی رُوح وہ نعتیہ بند ہیں جو نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کم از کم اُردو میں مرقوم چند بہترین نمونوں میں سے ہیں۔ کجا مسدّسِ حالی کی دردمندی اور کجا غزلِ حالی کی رعنائی۔ حضرت حافظ شیرازیؒ کی غزلیات نے حافظؒ کو چھپا لیا، حضرت عراقی، حضرت رومیؒ، حضرت عطار، حضرت سنائی، حضرت جامی، حضرت خسرو رحمہم اللہ اجمعین کے مجموعہ ہائے غزل میں شراب و شباب و کباب کے کامیاب مضامین اہلِ تصنیف اور اہلِ تنقید کے لئے وہ حکم نہ رکھتے تھے جس کے مالک اشعارِ حضرتِ حافظؒ قرار دیئے گئے، حافظؒ کو ایک بہت بڑے حلقۂ قارئین نے محض رندِ سرمست جان لیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ حضرتِ حافظؒ کے دیوان کے ارد گرد کوئی شے نہ تھی جو اُن کی شخصیت کو سامنے لاتی نہ مکاتیب، نہ ملفوظات، نہ مفصّل سوانحِ حیات لہٰذا ان کے مضامینِ غزل میں پائے جانے والے رندانہ کلمات کو ایما و کنایہ کا حریری نقاب عطا نہ کیا جا سکا۔

علاوہ ازیں جب شاعر کوئی اخلاقی مضمون باندھتا ہے یا اظہارِ عقیدت کرتا ہے تو یہ لازم نہیں ہوتا کہ اس کے دلی جذبات سچ مچ وہی ہوں جو معرضِ بیاں میں آئے ہوں۔ اور یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ ایک شاعر جب معلمانہ، بزرگانہ، یا ناصحانہ بات کر رہا ہو اس گھڑی اس کی نیّت بالکل نیک اور ارادہ بالکل پاک ہو مگر لازم نہیں کہ ایسے اشعار کے قلمبند ہونے کی گھڑی طویل ہو اور حضرتِ شاعر کا عمومی رویّہ و کردار بھی وہی ہو، اس لئے کہ اخلاصِ ارادہ اور اخلاصِ عمل کے مابین عام اولادِ آدم کے لئے کالے کوسوں کا فاصلہ حائل ہوتا ہے۔ اکثر نیّت پر جبلّت حاوی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا شاعر اپنے درس کا اور درس شاعر کا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے —

نقش و نقّاش کے رشتے کا سمجھنا معلوم!
کتنے شاعر ہیں کہ ہیں شعر میں پنہاں اب تک!

بہر حال اور کچھ نہ سہی حضراتِ ناظرین یہ کچھ تو مان ہی لیں گے کہ کسی کلام پر بہتر محاکمہ وہی شخص کر سکتا ہے جو خود صاحبِ کلام کو بھی بخوبی جانتا ہو۔ میری بدقسمتی کہ جناب اسعدی صاحب سے

ملاقات کا شرف حاصل نہیں۔ میرے سامنے اُن کا کلامِ نعت ہے اور وہ بھی یہی مجموعہ۔ اس سے قبل اگر انہوں نے کوئی مجموعۂ نعت طبع کرایا ہے تو میں اس سے بھی ناآگاہ ہوں۔

جہاں تک حضرتِ اسعدی کے "ذکرِ خیر الانامؐ" کا تعلق ہے چند ہی نعتیں پڑھنے کے بعد یہ اقرار کرنا پڑجاتا ہے کہ جن عزیز یا بزرگ نے یہ نعتیں کہی ہیں وہ بڑے باسلیقہ شاعر ہیں ۔ اگر انہوں نے غزلیں کہی ہیں تو خوب کہی ہوں گی۔ الفاظ کے در و بست پر ماہرانہ نظر ہے۔ صوتی اثرات اپنی جگہ دلجُو، الفاظ کی کمی محسُوس نہیں ہوتی اور یہ امر کا ملاً عیاں ہوجاتا ہے کہ حضرت اسعدی ہر نقطہ بلکہ ہر نکتہ "مقامے دارد" کے اسرار شناس ہیں۔

کسی شاعر کی یہ کتنی عظیم خوش قسمتی ہے کہ وہ اس صف میں شامل ہو جسے صفِ حضرتِ حسّانؓ رضی اللہ عنہ کے طور پر جانا جاتا ہو۔ وہ حضرت حسّان بن ثابتؓ جن کے باب میں نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم بحضورِ حق تعالیٰ دعاء فرمائیں اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۰ اے میرے مولا! جبرئیلِ امین کے ذریعے حسّانؓ کو قوت اور مدد عطا فرما۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص بھی بخلوصِ خاطر حضرتِ حسّانؓ کی راہ اور روش اختیار کرتا ہے۔ وہ اس قدسی دُعا کے کسی قدر حصّے کا ضرور حقدار ہو جاتا ہے۔ وہ حصّہ خواہ اصل کے اربویں کا اربواں حصّہ ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ آفتاب کے مقابل ذرّہ ہی کیوں نہ ہو مگر نسبت تو قائم ہوگئی، کیا یہ فخر کم ہے دِل کہہ اٹھے گا ؎

گرچہ خوردیم نسبتے است بلند!
ذرۂ آفتاب تابانیم !!!

اللہ تعالیٰ نے نبیِّ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جو شان مقرر کرنا تھی کردی، کوئی آنحضورؐ کا مدّاح آپ کی شان میں اضافہ نہیں کرسکتا۔ شان میں اضافہ کرنا تو کجا اس شان کو کماحقہ سمجھ بھی نہیں سکتا اس لئے کہ "آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است"۔ چنانچہ نعت گو شاعر کی کوشش تسلّی یاب نہیں ہوتی، پرواز بلند سے بلند ہوتی چلی جائے آخر کہاں تک جائے گی، عرفی شیرازی کا شعر یاد آتا ہے۔

رفتم اندر پئے مقصود، وِلے ہیچو پلنگ
بسرِ کوہ بقصدِ مہِ تاباں رفتم!!

(میں اپنے مقصدِ بلند کے حصول کی خاطر کوشاں رہا مگر میری کوشش کی مثال اس چیتے کی سی ہے جو چاند کو پالینے کی خاطر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے) ——— ظاہر ہے کہ پہاڑ کی چوٹی سے آگے چاند تک جو فاصلہ ہے وہ ہزار ہا میل طویل ہے اور بلند بھی۔ چیتا وہاں تک کیسے پہنچے؟ ———

اسی طرح کوئی بندۂ خدا فی الحقیقت محمّدی حقیقت کو کس طرح پاسکے اور کس طرح معرضِ اظہار میں لاسکے، خدائے محمدؐ ہی ان کا مرتبہ داں ہے اور بس حال یہ ہے کہ خدا شہرِ محمدؐ کی قسم کھائے اس لئے کہ محمدؐ وہاں اقامت یاب ہیں اور کسی پیغمبر کے شہر یا بستی کی قسم خدا نے نہ کھائی، خدا نے سب پیغمبروں کو ان کے نام لے کر خطاب کیا مگر محمد مصطفےٰؐ کو یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ، یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ، یٰسٓ ، طٰهٰ کہہ کر مخاطب فرمایا بلکہ رسُولؐ کو رؤف و رحیم کا لقب دے کر اپنا ہم لقب بھی بنادیا اور پھر بات یہاں تک پہنچی کہ اپنی صفات کا بہترین پرتو جانتے ہوئے

آپ کے ضمن میں یہاں تک کہہ دیا کہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کا اطاعت گزار ہے جو خدا کا اطاعت گزار ہے وہ لازماً رسولِ خدا کا بھی اطاعت گزار ہے۔ گویا اطاعتِ خداوندی کے ساتھ اطاعتِ رسولؐ مشروط ہو گئی، پھر جہاں اللہ کی اطاعت اور رسولؐ اللہ کی اطاعت لازم و ملزوم قرار پائے تو عام بندۂ خاکی رسولِ خدا کے صحیح مرتبے کی کنہہ تک کیونکر رسائی حاصل کرے، اگر یہی ممکن نہیں تو حقِ مدحت کیونکر ادا ہو! حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے ؎

مَا اِنْ مدحت محمدًا بمقالتي　　　الکن مدحت مقالتیٔ بمحمّدٍ

(میں نے اپنے کلمات سے محمدؐ کی مدح نہیں کی بلکہ محمدؐ کے طفیل اپنے کلمات کی مدح عرض کی ہے) مراد ہے میں نے محمدؐ کی بدولت اپنے شعروں کو لائقِ مدح بنالیا ہے۔ حضرت حسانؓ کی مراد اس شعر میں یہ بیان ہوتی ہے کہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اگر کوئی بندہ کرے بھی تو کیا کرے گا آنحضورؐ بندوں کی تعریف کے محتاج نہیں۔ خدا نے آپؐ کی جو تعریف کر دی کوئی بندہ اس کے برابر بھی نہیں جا سکتا، چہ جائیکہ اس میں اضافہ کرے، ہاں یہ کہ محمدؐ کی مدح کر کے بندہ اپنے خدا کا ہمزبان ہو سکتا ہے، ایک موضوع تو ہے جس کے توسط سے خدا اور بندۂ خدا اور ملائکہ ہم زبان و ہم بیان ہو سکتے ہیں۔ وہ ہے ذکرِ رسولؐ، مدحِ رسولؐ، تحسینِ رسولؐ اور تعریفِ رسولؐ ــــ بندے کی مدحتِ رسولؐ سے خود بندے کا اپنا مقام بلند ہوتا ہے اور جن کلمات سے یہ مدحت بیان ہوئی ہے وہ کلمات برکت یاب ہو جاتے ہیں۔

جب صورت یہ ہو تو لازم ہے کہ بندہ وادیٔ مدحت میں اترتے وقت انتہائی محتاط ہو، اسے ہر دم دھیان رہے کہ وہ کن کا ہم زبان ہو رہا ہے، شعر یا گفتگو تو رہی ایک طرف بندہ اگر صلوٰۃ و درود کا ورد کرے تو جب بھی ہر لحظہ متنبہ رہے اس احساس سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ ہو کہ صلوٰۃ و درود کے ورد میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے علاوہ صدیقین و شہدا، اصفیا و اتقیا، اولیا و صلحا سب شامل ہیں۔ آدمی کو درود پڑھتے وقت پتہ ہونا چاہئے کہ یہی کلمات ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب نے ادا فرمائے تھے۔ یہی کلمات شہدائے بدر و حنین نے بھی دہرائے تھے۔ یہی کلمات حضرت بلالؓ کے لب پر تھے اور یہی کلمات جملہ صحابہؓ کرام، تابعین، اتباعِ تابعین اور ان کے جملہ تابعین کے لبوں پر رہے اور آج تک ہیں ــــ یہ انتہائی نازک مقامِ ادب ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ صلوٰۃ و درود سے محض اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ ــــ اور دیگر ایسے کلمات کا صرف ورد ہی مقصود نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا تذکرہ اور آپؐ کے احکام و نواہی کی تبلیغ بھی مراد ہے، اس اعتبار سے میں نعتِ رسولؐ کو بھی صلوٰۃ و درود جانتا ہوں۔ لہٰذا شرطِ اوّل سلیقۂ ادب ہے، نعت کہنے والے کو یہ پتہ تو ہو کہ وہ کس بارگہِ عظمت و برکت میں حاضر ہے۔ لفظ لفظ سے کہنے والے کا خلوص، عجز و عقیدت ٹپکے، بے تکلفی اور بے باکی کا لب و لہجہ نعت کی روح کے خلاف ہے "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا"

اردو کا شاید ہی کوئی قابلِ ذکر شاعر ایسا ہو جس نے نعت نہ کہی ہو۔ لیکن حق یہ ہے کہ ان میں بہت سے شعرا ایسے ہیں جنہوں نے رسم پوری کر دی ہے بالعموم پڑھنے والے کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ بات دل

سے نکلی ہے، ساتھ ہی واحد مخاطب یا واحد غائب کا صیغہ بالعموم اس انداز سے استعمال ہی آتا ہے کہ قاری سمجھ ہی نہیں سکتا۔ آیا مخاطب کوئی دوست ہے، اپنا بزرگ ہے، کوئی امیر و رئیس ہے یا کوئی صاحب جاگیر دنیادار ہے۔ بعض نعتیں بالکل غزل معلوم ہوتی ہیں، اگر عنوان "غزل" ہو تو جب بھی درست ثابت ہوں۔ عنوان "نعت" ہو تو جب بھی کام چل جائے ۔۔ میرے خیال میں یہ امر آداب سے ناآگاہی پر دلالت کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نعت کہنے والے کو سرے سے یہ شعور ہی نہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوانِ رسالت اور شانِ عبدیت ہے کیا۔ وفورِ عقیدت سے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں، بے تکلف نہیں ہوتیں۔

حنیف اسعدی کی نعتیں جیسا کہ میں نے شروع میں اشارہ کیا بڑی ہی باسلیقہ نعتیں ہیں۔ قرینۂ ادب کو بڑی احتیاط اور ہوشمندی کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ ذیل میں دو نعتیں درج کی جاتی ہیں۔ خلوص، سپردگی، عقیدت، ایمان اور پھر شاعرانہ مہارت، ہر عنصر اپنی جگہ دلچسپ ہے۔

کیا مرتبہ ہے اس تنِ عنبر سرشت کا!
جس نے کبھی گلہ نہ کیا سنگِ خشت کا!

آزادیٔ حرم سے غلاموں کے دن پھرے
انسان پر وبال تھا دیر و کنشت کا!

کنجِ حیات قعرِ جہنّم سے کم نہ تھا!
آپؐ آئے، زندگی پہ کھلا در بہشت کا!

اُس وقت درسِ امر و نہی آپ نے دیا!
دُنیا کو جب شعور نہ تھا خوب و زشت کا

اُن سرکشوں کو آپ نے خیر آشنا کیا!
احساس تک نہ تھا جنہیں اپنی سرشت کا

منشورِ زندگی ہو کہ دستورِ بندگی!!
عنواں ہیں آپؐ ہی تو ہر اک سرنوشت کا

لُطفِ نبیؐ بھی چاہیئے، فضلِ خدا کے ساتھ
اعمال پہ مدار نہیں ہے بہشت کا!

تنِ عنبر سرشت کو اگلے ہی مصرعے میں سنگِ خشت سے دوچار کر دیا گیا۔ پتہ چلا کہ یہ محبوب تو وہ ہے جو غلاموں کا مولا اور یتیموں کا ماوا ہے، ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اخوت کا بھرپور درس دیا اور ہر آقا کے لئے ایک مثال قائم کر دی اس لئے کہ "با غلامِ خویش بریک خواں نشست"

یہ حضور اکرم ہی پر نازل ہونے والی کتاب تھی جو قرآن بھی ہے اور فرقان بھی، جس نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔ حلال کیا ہے حرام کیا ہے، خیر کیا ہے شر کیا ہے اور یہ سب کچھ اس انسانی معاشرے میں ظہور پذیر ہوا جہاں کے افراد کو اپنی انسانی سرشت کا شعور ہی نہ تھا، جن کا رویّہ حیوانی تھا جو مزاجاً درندہ تھے، انہیں آداب و ضوابط سے آگاہ کر کے خدا تعالیٰ کے حضور میں جھکانا اور پھر انہی کو مشعل بردارِ نبوت و رسالت بنا دینا یہ جناب رسالتمآبؐ کے حُسنِ سیرت کا اثر تھا ـــ بجا کہ قرآن آخری اور مکمل کتابِ ہدایت ہے مگر جب تک حضور سیّد الکونین کی سیرتِ طیّبہ قرآنی ہدایات کا اکمل نمونہ ہو کر سامنے نہ رہے اور اس کے اکمل البشر ہونے پر ایمان نہ ہو بات نہیں بنتی۔ فرض کیا قریش کو آواز دے کر حضرت جبریلِ امینؑ فرماتے "اے معشر قریش یہ دھرا ہے قرآن، اسے پڑھ لیجیئے، پھر اسلام قبول کیجیئے اور بہتر سے بہتر انسان بننے کی کوشش کیجیئے" ــ تو کیا واقعی کوئی شخص مسلمان ہو جاتا۔ یا قرآن کے قوانین کو مرتب کر کے ایمانی، عباداتی، معاشرتی، معاشی، انفرادی، اجتماعی کوئی لائحہ عمل ایسا تیار کر سکتا جو دین بلکہ "الدین" قرار پاتا، حق یہ ہے کہ عملی وحی آپؐ تھے، حضورؐ کی زبانِ مبارک ہی قرآن کی ترجمانی تھی، وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کے الفاظ تھے آپؐ ہی کی زبانِ مبارک نے اولادِ آدم تک پہنچائے، فقط عرب اور قریش تک نہیں، عرب ہی تک نہیں بلکہ دنیا بھر تک پہنچ گئے۔ وہ اس طرح کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے ایک حکم یہ بھی دیا تھا۔ "فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ" جو موجود ہے وہ اس تک یہ باتیں پہنچا دے۔ جو موجود نہیں یہ حکم دائمی ہے، ہر مردِ مومن بلکہ ہر فردِ ملّت کا فرض ہے کہ جس جس تک رسائی ممکن ہو دین کا پیغام پیش کرے اس لئے کہ دینِ خدا جس کو خود خدا ہی نے اسلام کا نام نامی عطا فرمایا تمام انسانیت کے لئے ہے اور یہ آخری دین ہے۔ یہ اللہ کی سب سے بڑی امانت ہے، یہ الْأَمَانَة ہے، آدمی کو خلیفة الله فى الارض کے منصب پر فائز ہونے کی اہلیت سے نوازنے والی امانت بھی ہے وہ امانت جو اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ . . . . الخ سے شروع ہوئی اور الامین پر پہنچ کر اتمام پذیر ہوئی آدمی کی عقل اور اس کی حسّیات اور جبلّات کو نظم و ضبط بخش کے اسے اپنے اختیارات کو پابندِ حدود رہنے کا درس دینے والی امانت جو "الامین" کی ذاتِ گرامی کے قلب پر نازل ہوئی۔ یہ الامانت حضرت "الامین" کو محض پڑھائی نہیں گئی، آپؐ کے قلب پر اتار کے آپؐ کے جزوِ جاں بنا دی گئی، اس طرح بقولِ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کے اخلاق آپؐ کے اطوار، آپؐ کے اوصاف کو قرآن بنا دیا گیا، "وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ"۔

لازم تھا کہ اگر یہ وحی کامل ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں جسے کبھی آئندہ پورا ہونا ہو تو اسی طرح یہ بھی لا بُد تھا کہ وہ رسالت بھی کامل ہوتی جسے اس وحی کا امانت دار اور تحویل دار بننا تھا۔ آئندہ کوئی قرآن آنے کا نہیں لہٰذا آئندہ کوئی صاحبِ قرآن بھی آنے کا نہیں۔ اب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہی آخری اور تا ابد اقرارِ عبودیت کی روشن ترین علامت رہے گا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کے بعد شرک باللہ ممکن نہیں، اسی طرح محمدؐ کے رسول اللہ کہنے کے بعد کسی اور دوسرے کو رسول ماننا ممکن نہیں، کلمۂ طیبہ کے بعد رسالت میں بھی شانِ احدیت کا پرتو آ گیا، لہٰذا شرک باللہ کی طرح شرکت بالرسالت

بھی دینِ خدا اور آئینِ الٰہی کے خلاف بغاوت ہے۔ایک ارحم الرّاحمین، ایک رحمۃ اللعالمین لیکن اَرحم الرّاحمین کے غضب سے ہر دم ڈرتے رہنا چاہیے۔اسی طرح رحمۃ اللعالمین کے بھی گوشۂ چشمِ التفات کے پھر جانے سے پیدا ہونے والے حرمانِ بے اماں سے ایک لحظہ بھی غافل نہ ہونا چاہیے۔بقول علامہ اقبال —نگاہ ہے یا رسول اللہ نگاہ ہے— حنیف اسعدی صاحب کا یہ کہنا کہ لطفِ نبیؐ بھی چاہیئے فضلِ خدا کے ساتھ۔کسی مبالغے کا حامل نہیں۔دُور جانے کی ضرورت نہیں، فقط کلمۂ طیبّہ کی حقیقت میں غوطہ زن ہو کر دیکھیئے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ رسالت بھی لاشریک ہے اور رؤف و رحیم ہے۔حنیف اسعدی صاحب کی دوسری نعت ہدیۂ ناظرین ہے :

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
حضور آپؐ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

زمین خاکِ مدینہ پہ ناز —کرتی ہے
نصیب ایسے کسی اور سرزمیں کے نہ تھے

کوئی نبی نہیں میرے نبیؐ کا ہمپایہ!
تمام عہد کسی عہد آفریں کے نہ تھے!

کیا ہے آپؐ نے ایسے بتوں کو بھی پامال!
جو نیتوں میں چھپے تھے جو آستیں کے نہ تھے

ملے ہیں آپؐ کے در سے خدا پرستوں کو!
کچھ ایسے سجدے بھی جو بخت میں جبیں کے نہ تھے!

خدا سے بندے کا رشتہ ہے پیروی ان کی
جو اس حصار سے نکلے وہ پھر کہیں کے نہ تھے

حنیفؔ قیصر و کسریٰ کی تمکنت ہے گواہ!
غلام ایسے کسی بوریا نشیں کے نہ تھے!

ظاہر ہے کہ حضور نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سیرتِ اطیب و اکمل نمونہ نہ ہوتی، اور عالم انسانیت کا آپ کے انوار سے مستفید ہونا مقدّر نہ ہوتا تو انسان اپنی خودی تک کیونکر رسائی حاصل کرتے، اولادِ آدم خود شناس کیونکر ہوتی۔اسے آدمیّت کے صحیح معنی اور مرتبہ کا عرفان کیونکر میسّر آتا، یہ معاملہ تو پوری اولادِ آدم کا تھا۔ذاتی مسئلہ یہ کہ اگر حضورؐ کے دامنِ رحمت کا سایہ بندہ نواز نہ ہو تو عاجز گنہگار کہاں جائے۔یہ بھی ظاہر ہے کہ جس زمین کے پہلو میں وہ ذاتِ اقدس قرار گیر ہو جسے خالقِ کائنات نے رحمۃ اللعالمین قرار دیا ہو تو اس سرزمین سے زیادہ بابرکت اور خوش نصیب کونسی سرزمین ہو سکتی ہے، پھر یہ بھی عیاں ہے کہ تمام انبیا بقول حضرت علامہ اقبال محمدؐ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی تشکیلی اور تدریجی صورتیں تھیں، جملہ انبیاء آپ ہی کا کوئی نہ کوئی پرتو تھے۔ سب آپ ہی کی جانب رواں تھے، علامہ اقبال نے ٹھیک ہی تو کہا تھا ؎

شعلہ ہائے اُو صد ابراہیم سوخت!
تا چراغِ یک محمدؐ بر فروخت!

اور اسی لئے قرآن حکیم کی زبانی خدائے تعالیٰ نے حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ جَمِیْعًا ـــــ (کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اے جملہ اولادِ آدم میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں) ساری اولادِ آدم سے مراد محض معاصر اولادِ آدم ہی نہ تھی؛ اور نہ ہی مستقبل میں پیدا ہونے والے معاشرے اور افراد مقصود تھے بلکہ وہ سب لوگ بھی اس خطاب کے مخاطب تھے جو آپ کی تشریف آوری سے قبل دنیا میں آئے اور زندگی گذار گئے، اہلِ ماضی اس لئے اس آیۂ کریمہ کے مخاطب ہیں کہ وہ اسی انسانیتِ کاملہ اور سیرتِ طیبہ کی راہ کے راہی تھے جس کو آگے چل کے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نام پانا تھا، علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو!!
آنکہ از خاکش بر دید رنگ و بُو!!
یا ز نورِ مصطفیٰ اورا بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

حنیف اسعدی کی نعتیں محبت عقیدت اور وارفتگی کے کیف سے معمور ہونے کے باوصف دور از کار مبالغہ آمیزی سے معرّا ہیں، ذرا غور کریں تو بظاہر عالمِ جذب میں کہے ہوئے اشعار بھی درحقیقت اس صداقت پر مبنی ہیں جسے شعری صداقت نہیں بلکہ شعوری صداقت ہی قرار دینا پڑتا ہے، شعری صداقت، حقیقت سے بہرحال دُور جا پڑتی ہے اور اس طرح غلو کا لائسنس بن جاتی ہے مگر اسعدی صاحب کی بیان کردہ صداقتیں قرینِ فہم ہیں، وہ عموماً قرآن و حدیث کے مفاہیم و معانی پر استوار ہیں۔

ایک اور بات جس کی جانب اسعدی صاحب کی نعتیں پڑھتے ہوئے خیال خود بخود مبذول ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان نعتوں میں حضور نبی اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کے ذکر کے ساتھ ساتھ آپؐ کے اوصاف قلمبند ہوئے ہیں۔ عقیدت کا اظہار ڈوب ڈوب کے ہوا ہے مگر آپؐ کی سراپا نگاری اور آپؐ کے جمال کی تصویر کشی کی کوشش نہیں کی گئی۔ ورنہ کثیر تعداد ہے ایسے شعراء کی جنھوں نے حضورؐ کے کاکل و رُخ، جبین و چشم، دست و بازو، گردن و سینہ وغیرہ کے نفائس کو رُواں رُواں گنوا کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے، یہ کیفیت عام غزلیہ شاعری میں بھی قرینِ متانت نہیں جانی جاتی چہ جائیکہ ذکرِ حضورِ پُرنور جنابِ رسالتمآبؐ کا ہو۔ اسعدی صاحب کی باادب عقیدت یہیں تک رہتی ہے۔

میں نے دیکھا تو نہیں آپؐ کو سوچا ہے بہت
خیرہ آنکھوں میں خد و خال ابھاروں کیسے

چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں، جو عقیدت کے جذبات سے مملو ہونے کے باوصف قرآن کی بیان کردہ اور تاریخ کی ثابت کردہ حقیقت سے متجاوز نہیں:

سب کو بقدرِ ظرف ملا ہے شعورِ ذات امّیؐ لقب پہ ختم ہوئی آگہی تمام

رُوح بن کر وسعتِ کونین میں زندہ ہیں آپؐ
صرف ماضی ہی نہیں ہیں، حال و آئندہ ہیں آپؐ

ہر قول صداقتوں کا حامل! قرآن ہے جسم، جاں محمدؐ!
وہ جس کا خدا ہوا ثنا خواں! وہ ذات ہے بے گماں محمدؐ!

کیا ہے دل نے بہرحال اُنؐ کا ذکرِ جمیل!
جو سانس آئی لبوں تک وہ باوضو آئی!

اسی طرح تو ہے ترتیب پہلے کلمے کی! خدا کے ساتھ، خدا کے نبیؐ کا ذکر کرو!

مسلک کوئی ہو منزلِ مقصود ایک ہے
ہر راہ جا ملی ہے مدینے کی راہ سے

آپؐ کے ذکر کی یہ رفعتیں اللہ اللہ! نام اعلانِ خدا بن کے اذاں میں آئے!

بیخودی میں وہ نہ کہہ دوں جو نہیں کہنا ہے
شوق کو حفظِ مراتب کا پتہ ہو یارب

سب نے سُنا ہے آپؐ نے دیکھا کیا ہے ورائے کون و مکاں!
آپؐ ہیں بس اور کوئی نہیں جو محرمِ حرفِ راز ہوا

آپؐ اُن کے لئے بھی رحمت ہیں! جو زمانے ابھی نہیں آئے!!

اس نام کی حرمت کو رگ و پے میں اتار دیں!
اس ذکر کے انوار نظر آئیں نظر میں!

شریعت ضابطہ اُنؐ کے عمل کا طریقت رابطہ سینہ بہ سینہ

اک کیفِ سرمدی تھا کہ طاری تھا روح پر
حل ہو رہی ہو جیسے کرن آفتاب میں

آپؐ کا رُخ ہے سوئے حرم یا نبیؐ میرا قبلہ اُدھر ہے جدھر آپؐ ہیں

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر!
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر!

ذکرِ محبوب سے طبیعت کہاں سیر ہوتی ہے۔ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نے کشف المحجوب میں شعر نقل فرمایا ہے، شاعر نامعلوم، مگر وہ اسعدی صاحب کے مسطور بالا اشعار کے آخری شعر کی معنویت کا بدرجۂ اتم حامل ہے۔

شَرِبْتُ الرَّاحَ كَأْسًا بَعْدَ كَأْسٍ
فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِيْتُ!

میں نے شراب کے جام پر جام لنڈھائے مگر نہ شراب ختم ہوئی، نہ میری پیاس بجھی۔ آنحضور کی مدح بیان کرنے والے اور آپ کے ذکرِ پاک و منوّر سے لذت یاب ہونے والے کہاں سیر ہوتے ہیں۔ کیا کبھی وہ وقت آئے گا کہ واقعی آپ کی مدحت کا حق ادا ہو۔ کیا ایسے اہلِ دل افراد اس اُمّت کو میسّر ہوں گے جو شعر کو واقعی آئینۂ سیرتِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم بنا دینے پر قادر ہوں؟ مگر حق یہ ہے کہ یہ حق ادا نہ ہو پائے گا، ع بہ بیں کہ راہِ سفر از کجاست تا بکجا

الحمدللہ کہ اس عصر کے بہت سے اہلِ قلم نے شعرائے متقدمین کی روش کو اپنایا اور نعت گوئی کی صنف کو تابندگی اور رونق سے نوازا۔ حضرتِ حالی کے بعد علامہ اقبال، مولانا حسرت موہانی مولانا ظفر علی خان، محسن کاکوروی، حضرت احمد رضا خان بریلوی، اثر صہبائی، عبدالکریم ثمر، حفیظ جالندھری حفیظ ہوشیارپوری، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، محمد افضل فقیر، حفیظ تائب، خواجہ نصیر الدین نصیر، راجہ رشید محمود، عابد نظامی وغیرہم کئی شعرا حضرات ہیں جنہوں نے نعتِ رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلم کو پیرائیہ اظہار اور دونوں جہانوں میں اپنے لئے خلعتِ وقار بنایا ہے۔ خدا ان سب کی کوششیں ماجور فرمائے۔ ہمارے حنیف اسعدی صاحب بھی درِ نبویؐ پر کھڑے ہو کر دعا مانگنے والوں اور ثنا عرض کرنے والوں میں شامل ہیں۔ خدا ان کی آنکھوں کو دیارِ نبوی کی زیارت سے اور قلب کو زیارتِ نبویؐ کے انوار سے مزید منوّر کرے، آمین، ثم آمین۔

پروفیسر محمد منور
صدر شعبۂ اسلامیات، جامعۂ پنجاب
لاہور

سلیم احمد

مدحتِ رسولؐ کا شاعر

اُردو میں نعت گوئی اب ایک مستقل صنف کی حیثیت اختیار کرتی جارہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس عہد کے شعراء نے اسے ایک وسیلۂ اظہار کی صورت میں اپنے تخلیقی عمل میں باقاعدہ شامل کرلیا ہے۔ شعراء کے تخلیقی اخلاص کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ نعت کے لئے ہر ہیئت اور ہر شعری سانچہ استعمال ہورہا ہے۔ غالباً اتنا تنوّع اردو کے کسی عہد کی نعت میں کبھی موجود نہیں رہا ہے جہاں تک نعت کے مواد کا سوال ہے تو اس میں بھی یہی تناظر کارفرما ہے۔ اب تک کے سرمایہ کو اگر ہم سمیٹنا چاہیں تو ہمیں تین رویّوں کا واضح اظہار ملتا ہے۔ پہلے رویّے میں عقیدے کی بنیاد پر نعت کو ثواب کا ذریعہ بنایا گیا ہے، دوسرے رویّے میں شعراء نے حضورؐ کی ذات کو اپنے ذاتی تعلق اور محبت کے وسیلے سے اپنا موضوع بنایا ہے اور تیسرا رویّہ ان شعراء کا رہا ہے جو حضورؐ کو انسانی تاریخ کے ایک کامل رہنما اور ہادی کے تصوّرات کے تحت محسنِ انسانیت کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ پہلے اور دوسرے رویّے میں شعراء عموماً ان صفات سے گہرا رشتہ قائم کرتے ہیں —— خود اللہ نے قرآن میں حضورؐ کی صفاتِ کاملہ کا ذکر کیا ہے — لیکن تیسرے رویّے میں ایک طرف حضورؐ کی انسانی، اخلاقی اور سماجی خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے تو دوسری طرف قوم کے اجتماعی زوال اور بحرانی ادوار کے حوالے سے حضورؐ کو ایک آئیڈیل کی صورت میں پیش کرکے ماضی کی عظمتوں اور کارناموں کو زندہ کیا جاتا ہے لیکن ان تینوں رویّوں میں سب سے زیادہ تخلیقی صداقت کا اظہار دوسرے رویّے کے شعراء میں پایا جاتا ہے جہاں حضورؐ سے ذاتی تعلق کی بنا پر وارداتِ قلبیہ کی صورت میں اظہار اسے شعراء کا زندہ تجربہ بنا دیتا ہے۔ یہ شعراء حضورؐ کی صفات کو اپنی نفسی کیفیت میں شامل کرکے بیان کرتے ہیں۔ یہی عمل زندہ نعتیہ کلام کی صورت میں ہمارے اجتماعی تشخص کو قائم رکھتا ہے جو اپنی تاثیر اور حسنِ اخلاص کی بنا پر ہر دور میں نعت کا بنیادی حوالہ بن جاتا ہے۔

موجودہ دور کے نعتیہ کلام کا اگر جائزہ لیا جائے تو آپ کو اس میں مندرجہ بالا تینوں رویّے نظر آئیں گے لیکن ان میں وہی شعراء ممتاز اور نمایاں نظر آئیں گے جو دوسرے رویّے والی وارداتِ قلبیہ سے کام لیتے ہیں اور ان ہی میں حنیف اسعدی ایک بنیادی نعت گو کی حیثیت سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ حنیف اسعدی کے کلام میں حضورؐ کی ذات سے جو والہانہ انفرادی عقیدت ملتی ہے وہ ایک جذب اور عشق کی کیفیت تک پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے اظہار کی سطحیں مختلف ہیں گو کہ وہ حضورؐ کی صفات کا ذکر

ان ہی بنیادی حوالوں سے ہر جگہ کرتے نظر آتے ہیں جو ہماری بنیادی ہی روایات ہیں لیکن جہاں وہ انفرادی شعور کے ذریعہ انسانی کردار کے تضادات، حضوری سے دوری یا محرومی کو ظاہر کرتے ہیں، وہاں وہاں اُن کے کلام کی ایک عمومی سطح وارداتِ قلبیہ کی جگہ بن جاتی ہے:

جو کسی کسی کا نصیب ہے وہ مرے حضورؐ مجھے بھی دیں
مری ظلمتیں ہیں نگاہ میں تو ذرا سا نورؐ مجھے بھی دیں

کبھی دل میں ذکر کے دَر کھُلیں کبھی رُوح محوِ جمال ہو
کبھی وجد ہو کبھی حال ہو کبھی یہ شعور مجھے بھی دیں

مرے بختِ تیرہ سرشت پر دمِ صبح بابِ اثر کھلے
ہمہ شب رہے جو محیطِ جاں وہ فضائے نور مجھے بھی دیں

مرا سینہ جہل سے تنگ ہے نہ کشادگی ہے نہ روشنی
مرے ظرف و ذوق کو دیکھ کر دلِ ناصبور مجھے بھی دیں

اتنا آساں تو نہیں آپؐ کی سیرت کا شعور
رُوح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

میں نے دیکھا تو نہیں آپؐ کو، سوچا ہے بہت
خیرہ آنکھوں میں خد و خال اُبھاروں کیسے

جسم کے ساتھ مری رُوح بھی آلُودہ ہے
رُوح میں آپؐ کے جلووں کو اتاروں کیسے

اے کاش کسی روز خد و خال میں ڈھل جائے
اک شکل سی پھرتی ہے مرے دیدۂ تر میں

یارب یہ تمنا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

توفیق ہے دشوار شریعت نہیں دشوار
قدموں کے نشاں ملتے ہیں ایک ایک قدم پر

دونوں ہاتھوں میں ہے اب آپؐ کا داماں آقاؐ
کوئی ہو، میں تو نہیں بے سروساماں آقاؐ

دُعا کو بابِ اثر سے گزار کر دیکھو
درِ نبیؐ پہ خدا کو پکار کر دیکھو

دل کچھ اس ڈھنگ سے دھڑکا ہے ابھی
آپؐ کا نام لیا ہو جیسے
اپنے ہر جُرم پہ محسوس ہوا
آپؐ نے دیکھ لیا ہو جیسے

رُواں رُواں مرا روتا ہے چشمِ تر کی طرح
کہ اب بھی دور ہوں قدموں سے پیشتر کی طرح

ابھی حرم میں ہوں گویا، ابھی مدینے میں
گزر رہے ہیں مرے روز و شب سفر کی طرح

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
حضورؐ آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

کیا ہے آپؐ نے ایسے بتوں کو بھی پامال
جو نیّتوں میں چھپے تھے جو آستیں کے نہ تھے

مجھے بھی کاش وہ مدحت کا شوق دے جس نے
دیئے ہیں آپؐ کو اوصاف بے شمار حضورؐ

بیک نگاہ وہ جلوہ بہم نظر آیا
درِ حبیبؐ سے بامِ حرم نظر آیا

خود جو لکھّوں تو یہی حسبِ طبیعت لکھّوں
اپنی قسمت میں مدینے کی زیارت لکھّوں

زہے نصیب کہ مجھ پر نظر ہے آقاؐ کی
ہر ایک قلب تو شایانِ غم نہیں ہوتا

پیشِ نظر ہے قبلِ نبوّت کی زندگی
دیباچہ پڑھ رہا ہوں خدا کی کتاب کا

راہِ حق میں جو سرِ راہ مدینہ آیا　　ایسا محسوس ہوا عرش کا زینہ آیا

رسالت کے بہت منصب ہیں لیکن　　رسالت اصل میں حق کی خبر ہے

جو وہ بلائیں تو پہنچوں جو وہ سنیں تو کہوں
ابھی تو ذوقِ طلب حسرتوں کی راہ میں ہے

دُور سے تک رہا ہوں میں راہ روانِ شوق کو
میں تو نہیں مری نظر گردِ سفر کے ساتھ ہے

حدودِ عرش سے آگے نکل گئے وہ قدم
بڑھا کے اک نئی منزل فلک کے زینے میں

آپؐ کے وصف رگ و پے میں اترتے دیکھوں
آپؐ کی طرح مری زندگی سادہ ہو جائے

سارے وجود سارے بدن سے پڑھوں درود
وارفتگی میں خود سے گزر کر پڑھوں سلام

ان سارے اشعار کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حنیف اسعدی کے یہاں صرف عقیدے کے اظہار یا حصولِ ثواب کا مسئلہ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وجود میں کچھ تلاش کر رہے ہیں اُن کے یہاں نعت گوئی اپنی ذات کے حوالے سے ایک ہم آہنگی کی تلاش کرتی نظر آتی ہے۔ حضورؐ کی ذات اُن کے اسی شعور اور آگہی کا وسیلہ ہے۔ وہ اپنے وجود کے تمام امکانات کو نعت گوئی کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وارداتِ قلب کی یہ کیفیت ایک جذب اور والہانہ اثر کی طرف بڑھتی ہے۔ یہ ان کے کلام کی دوسری سطح ہے جہاں ذات کے تمام تضادات، دکھ، سوالات ایک والہانہ نشاط میں بدل جاتے ہیں۔

حرم کے زائر، صفا کے راہی، منیٰ و عرفات کے مسافر
کہیں ہماری بھی گفتگو تھی، کوئی ہمارا بھی تذکرہ تھا

قبول کر کے درود میرے، پیام سُن کر سلام لے کر
حضورؐ نے کچھ کہا تو ہوگا، اگر کہا تھا تو کیا کہا تھا

مزارِ اقدس کو جن سے دیکھا اب اُن نگاہوں سے مجھ کو دیکھو
وہ حشر دل میں اٹھا ڈ میرے وہاں جو تم پہ گزر رہا تھا

مری بے بسی پہ کرم کرو تمہیں واسطہ ہے حضورؐ کا
مجھے اس دیار میں لے چلو جہاں ذرّہ ذرّہ ہے نور کا

مری زندگی ہمہ بندگی یہ عطائے ربِّ کریم ہے
مرا قلب ذکر سے جاگ اٹھا یہ کرم ہے مجھ پہ حضورؐ کا

میں فدائے مظہرِ ذات ہوں میں فنائے حُسنِ صفات ہوں
مری رُوح یادِ حضورؐ کی مرا قلب ذکر حضورؐ کا،

میں مطیعِ سرورِ دیں ہوا تو خدا سے اور قریں ہوا
یہ بشر کا اوج کمال ہے یہ سفر ہے قرب سے دُور کا

یہ کس کی تشریف آوری پر بہار مژدہ سنا گئی ہے
زمیں تو کیا کائنات ساری جوارِ رحمت میں آگئی ہے

"انا محمدؐ" صدائے حق تھی تمام ارض و سما میں گونجی
ہر اک زمانے کی رُوح بن کر ہر اک زمانے پہ چھا گئی ہے

وہ اک کرن جو حرا سے پھوٹی ہر اُمّتی کا نصیب بن کر
نظر نظر میں اتر گئی ہے نفس نفس میں سما گئی ہے

شجر، حجر، مہر و ماہ، تارے، انہیں کے نقش قدم ہیں سارے
فلک تو پہلے ہی زیرِ پا تھا، زمیں بھی قدموں میں آگئی ہے،

سرِ ساحل نظر آتے ہیں سفینے کتنے
میرے آقا نے بسائے ہیں مدینے کتنے

آپؐ کے نقشِ قدم سامنے رکھ کر دیکھو
پائے ہیں زیست نے جینے کے قرینے کتنے

ہادیٔ پاک و خیر البشر آپؐ ہیں
ذاتِ حق مبتدا ہے خبر آپؐ ہیں

وہ حقیقت نظر آئی ہے آپؐ میں
جس حقیقت کے پیغامبر آپؐ ہیں

آپ کا رُخ ہے سوئے حرم یا نبیؐ
میرا قبلہ اُدھر ہے جدھر آپؐ ہیں

مرے حضورؐ اس اوج کمال تک پہنچے
کوئی نہیں ہے جو اُن کی مثال تک پہنچے

پڑھوں وہ نعت کہ گونجے اذان سی دل میں
ملے وہ سوز جو لحنِ بلالؓ تک پہنچے

یہ وہ منزل ہے جہاں مدحتِ رسولؐ آرامِ جاں بن جاتی ہے اور ذات کا ہر تضاد ایک اکائی میں ڈھل جاتا ہے۔ چنانچہ حنیف اسعدی کا سارا تخلیقی سفر اب ایک ہی سمت رواں ہے۔

بس یہی دو ہیں میرے سخن کے اصول حمد ذکرِ خدا، نعت ذکرِ رسولؐ

زندگی گزری ہے بے فیض سخن سازی میں
اب جو لکھوں تو فقط آپؐ کی مدحت لکھوں

حنیف اسعدی کی ذات حضورؐ کی محبّت سے ایسی سرشار ہو گئی ہے کہ وہ جہاں جہاں اپنے ہم عصر شعراء کی نعتوں میں کوئی تاثیر یا ذاتی واردات کا اثر دیکھتے ہیں اس پر تضمین کہہ کر اس سے لُطف اٹھاتے ہیں۔ یہ سرشاری کی منزل ہے جہاں ان کی وارداتِ قلب ترفع پاکر تخلیقی عمل سے ہم آہنگ ہو گئی ہے اور انہوں نے دو نعتیں ایسی کہہ دی ہیں جو ہر زمانے میں نعت گوئی کا حوالہ

بن سکتی ہیں۔ یہاں حنیف اسعدی اجتماعی تشخص کی اُن کڑیوں کی اگلی کڑی بن گئے ہیں جہاں نعت ایک نئی تخلیقی جہت کو پیدا کرتی ہے جہاں فن، موضوع، جذبہ کی صداقت اور تاثیر ایک ایسی اکائی میں ڈھل جاتی ہے جس سے زندہ رہنے والی نعتیں ظہور میں آتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہ نعت ہے جو حضورؐ کی ایسی تصدیق کرتی ہے جس کی مثال پوری اُردو شاعری میں موجود نہیں ہے اور اس میں حنیف اسعدی کی محبتِ رسولؐ ایک ایسا اسلوب اختیار کر لیتی ہے جو اسے زندہ رہنے والی نعتوں میں شامل کر دیتی ہے۔ اس نعت کا مطلع ہے :-

کوئی اُنؐ کے بعد نبی ہوا؟ نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا "نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں"

اور پھر ان کی وہ نظم جو درود و سلام کی روایت میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔ وہ ایک طرف تو اب تک کی تمام نعتیہ شاعری کی روایات اپنے اندر جذب کر لیتی ہے تو دوسری طرف اُردو نظم کے سرمایہ میں ایک نئے اسلوب کا اضافہ کرتی ہے۔ وہ نظم جس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

تم پہ لاکھوں درود — تم پہ لاکھوں سلام
اے شہِ ہست و بود — تم پہ لاکھوں درود
شاہِ خیر الانام — تم پہ لاکھوں سلام

ان دونوں نعتوں کو یقیناً اردو شاعری میں عرصے تک یاد رکھا جائے گا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حنیف اسعدی نے اپنے تخلیقی عمل اور اپنے عقیدے دونوں کو ملا کر اپنی شاعری اور شخصیّت کا بنیادی حوالہ بنا دیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کمال ان کے قلب میں جاگزیں اس اخلاص و محبّت کا ہے جو انہیں ہمیشہ حضورؐ کی ذات سے وابستہ رکھتا ہے۔

سلیم احمد

سحر انصاری

حنیف اسعدی کی نعتیہ شاعری

حنیف اسعدی صاحب بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ جگر صاحب کے اس قول کو ذہن میں تازہ کیجئے کہ ایک اچھا انسان ہی اچھا شاعر ہوسکتا ہے تو حنیف اسعدی اس معیار کی منہ بولتی تصویر نظر آئیں گے۔ حنیف اسعدی علامہ اسعد شاہجہاں پوری کے صاحبزادے اور تلمیذ رشید ہیں۔ حضرتِ اسعد کی محبت، معیارِ اخلاق اور قدرتِ سخن کی بابت جو حقائق میرے علم میں آئے ہیں ان کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ حنیف اسعدی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا جیسے وہ ہیں اور پھر لطف یہ کہ وہ اپنے احباب، اپنی اولاد اور اپنے معاشرے کے لئے اس روشنی کو اسی طرح عام کر رہے ہیں جس طرح انھیں اپنے والد مرحوم و مغفور سے حاصل ہوئی تھی۔

حنیف اسعدی علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں اور اس عظیم درس گاہ سے وہ سب کچھ لے کر آئے ہیں جس کے لئے اس کی شہرت چہار دانگ عالم میں ہے۔ ذہانت، شرافت اور حسنِ ظرافت کسی فرد میں ہو اور اسے علی گڑھ کا ماحول نصیب ہوگیا ہو تو یقیناً اسے حنیف اسعدی ہی بننا چاہیئے۔ حنیف اسعدی میں لطافت اور نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور اس کا اندازہ ان کی عام زندگی، بول چال اور نشست و برخاست سے فوراً ہو جاتا ہے۔ وہ بظاہر ایک متین، کم آمیز اور گوشہ نشیں شخص نظر آتے ہیں لیکن — "جب حرف شناس ہو تو کھلتا ہوں میں" کی مصداق وہ اہلِ دل کے حلقے میں انتہائی بذلہ سنج، برجستہ گو اور باغ و بہار شخصیت کی حیثیت سے اجاگر ہوتے ہیں۔

حنیف اسعدی کی شاعری کا آغاز بھی ہمارے ہاں کے مانوس اور مروّجہ انداز میں ہوا۔ وہی غزل، اور ممکن ہوا تو نظم اور دیگر اصنافِ سخن بھی۔ اس میدان میں حنیف اسعدی کا ایک اپنا منفرد اسلوب ہے۔ غزل اور نظم کے علاوہ انھوں نے گیت اور دوہے بھی لکھے ہیں۔ انھیں غیب بینی، روحانی ریاضت، علم الاعداد، علمِ نجوم و فلکیات، نفسیات، طب اور انسان شناسی سے گہری دلچسپی ہے۔ ان سب نے مل کر ان کے مزاج کو حکیمانہ بنا دیا ہے اور اگر "حکیم" کہیں دردمندی اور دل سوزی کی راہ سے "کلیم" ہو جائے تو پھر بقولِ اقبالؒ — لاکھ حکیم سر بہ جیب ایک کلیم سر بکف!

چناں چہ حنیف اسعدی کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ وارداتِ جذب و مستی جو غزل کی جان ہوتی ہے ان کے حصے میں آئی تھی لیکن جب درِ رسولؐ پر اذنِ حضوری مل گیا تو ان کے جسم و جاں کی آب و ہوا ہی بدل گئی۔

ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ کسی کے دعوے یا خلوص میں نی نکالیں لیکن ایک بات ضرور ہے کہ عشقِ مصطفیٰ کی وہ منزل جہاں غبارِ راہ کو فروغِ وادیٔ سینا نصیب ہو جائے مشکل ہی سے ہاتھ آتی ہے۔ پھر اس والہانہ پن اور سرمستی کا اظہار اگر نعت کی صورت میں ہو تو اس کی بھی بڑی کٹھن منزلیں اور کڑی شرطیں ہیں، جبھی تو کہا گیا ہے کہ ؎

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

تاہم اگر کسی کو وہ جذبِ دروں مل جائے جس سے حال و قال ایک ہو جائے تو اس کی صداقت اور تاثیر کا اندازہ کر لینا بھی مشکل نہیں ہوتا۔ خواجہ عزیز کا ایک شعر ہے :

دہد حق عشقِ احمدؐ بندگانِ چیدۂ خود را
بجاماں شاہ می بخشد مئی خوشیدۂ خود را

حنیف اسعدی کا نعتیہ کلام دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بندگانِ چیدہ میں سے ہیں اور "مئے خوشیدہ" کے جرعات اُن کے حصّے میں آئے ہیں۔

ستائشِ رسولؐ کے لئے ایک طرف تو ایسا فقر چاہیئے جس کی بے سروسامانی کو دیکھ کر دلِ ساماں داغ ہو جائے اور زر و مال سے ایسی بے اعتنائی درکار ہے جس کو دیکھ کر اشرفی کا چہرہ زرد ہو جائے اور پھر اظہارِ جذبات میں بھی ٹھیراؤ، حفظِ مراتب اور جملہ آداب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان مقامات کو عُرفی نے کس خوبی سے ادا کیا ہے :

بے برگیٔ من داغ نہد بر دلِ ساماں
بے مہریٔ من زرد کند روئے درم را

عُرفی مشتاب ایں رہِ نعت است، نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

اگر ان کیفیّات کا اندازہ ہو تو نعت کے ایک سچّے شاعر کی انتہائی تمنّا وہی ہو سکتی ہے جس کا اظہار حنیف اسعدی نے یوں کیا ہے :

یارب یہ تمنّا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

کیا بے پناہ مطلع ہے۔ ایک ایک لفظ اپنی معنویت اور تلازمے کا گنجینہ ہے۔ ایسی تمنا دعا کی شکل ہی میں کی جا سکتی تھی جس کا حق "یارب" نے ادا کر دیا۔ پھر "نازل" میں تو انتہائی بلاغت ہے اس لئے کہ ایسی نعت جو ابھی قرطاس و قلم پر قرض ہے لکھی نہیں جا سکتی نازل ہی ہو سکتی ہے۔ ایک سچے نعت گو شاعر کے لئے شاید اس سے اچھی دعا اور تمنّا ممکن نہیں۔

اُردو میں نعت گوئی کہاں سے آئی۔ اس کا عہد بہ عہد ارتقا کس طرح ہوا۔ اکابر نعت گو شعرا کون ہیں ___؟ یہ سب باتیں اتنی بار دہرائی جا چکی ہیں کہ ان کا محل تاریخِ ادب کی کتابوں ہی میں ہو سکتا ہے۔ البتہ اس پہلو پر ضرور کچھ کہنے کی گنجائش ہے کہ تقریباً دو دہائیوں سے ہمارے ہاں

نعت گوئی کی طرف بڑے پیمانے پر توجہ دی جا رہی ہے۔ چند شعرا کو چھوڑ کر پہلے نعت گو شعرا الگ ہوتے تھے اور عام اصنافِ شاعری سے تعلق رکھنے والے الگ۔ لیکن اب معاملہ مختلف ہوتا جا رہا ہے اب ادبی رسائل میں بھی عام شاعری کے ساتھ ساتھ نعتیہ کلام بھی بالالتزام شائع ہوتا ہے اور نعتیہ شاعری کے مجموعے بھی گزشتہ برسوں میں تعداد اور معیار کے اعتبار سے زیادہ اور بہتر شائع ہوئے ہیں۔

حفیظ تائب، مظفر وارثی، حافظ لدھیانوی، اقبال عظیم، مسرور کیفی، صہبا اختر، سیف زلفی راغب مراد آبادی اور بعض دوسرے شعرا کے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ شاعری کے عام مجموعوں میں بھی نعتیں شائع ہوتی ہیں۔ اس میں کمال کی ایک مثال سراج الدین ظفر ہیں جن کے شعری تلازمات جام، سبو، شراب سے مختص ہیں اور انہوں نے اپنے شعری مجموعے "غزال و غزل" میں جو نعت شامل کی ہے وہ ان تلازمات سے خالی نہیں اور ان کی شاعری کے مجموعی مزاج اور آہنگ کے مطابق ہے:

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفےٰؐ کی طرح

اس انداز کی نعت گوئی کی روایت حالی اور اقبال کی اس شاعری کے اثرات سے پیدا ہوئی ہے جس میں انہوں نے رسول اکرمؐ کے شمائل و فضائل کو دل اور ذہن کی یکساں بلندیوں کے ساتھ نظم کیا ہے۔ جدید نعتیہ شاعری رسمی اور تقلیدی اظہار سے گریزاں ہے اور وہ ایسے پیرایوں سے احتراز کر رہی ہے جہاں انتہائے عقیدت سوئے ادب میں شمار ہونے لگے۔ اب نعت ہمارے گرد و پیش کی سماجی اور روحانی زندگی سے باخبری کا بھی پتہ دیتی ہے اور حضورؐ کی ذاتِ مبارکہ کے حوالے سے انسان دوستی اور بہتر اخلاق اور اقدارِ حیات کی ترویج پر زور دیا جاتا ہے۔ آج کی نعت گوئی میں والہانہ سرمستی اور عشقِ رسولؐ کے ساتھ ساتھ دنیا کے دیگر مسائل کی بھی پرچھائیاں در آئی ہیں اور ان پرچھائیوں کو پیکرِ نور میں بدلنے کی ایک شدید خواہش بھی مرکزی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔

حنیف اسعدی جدید نعت گوئی کی روایت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اور جب ان کا نعتیہ کلام مجموعے کی صورت میں اہلِ علم و ادب تک پہنچے گا تو اندازہ ہوگا کہ حنیف اسعدی نے کس طرح اپنی عام شاعرانہ ریاضتِ فن و بیاں کو نعت میں صرف کر کے ایک منفرد اور جداگانہ اسلوبِ نعت گوئی وضع کیا ہے۔ حنیف اسعدی کا کمال یہ ہے کہ وہ زبان، لہجہ، تلازمات اور آہنگ غزل کا اختیار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نعتیں ایسی زمینوں میں کہی ہیں جن میں غزل کہنا بھی دشوار ہو لیکن اپنے اس روحانی تجربے کی بنیاد پر جو انہیں نسبتِ رسولؐ اور زیارتِ درِ رسولؐ سے حاصل ہوا ہے، اپنی نعت کو ایسا کلام بنا دیتے ہیں جس میں نعت کے تمام آداب کے ساتھ ساتھ شگفتگی، لطافت، معنی انگیزی اور ندرتِ الفاظ بھی ملتی ہے۔ حنیف اسعدی کو احترامِ رسولؐ پاک اس قدر عزیز و مقدم ہے کہ آپؐ کے سوا انہوں نے تخاطب کا کوئی اور پیرایہ حضورؐ کے لئے اختیار ہی نہیں کیا۔

اور اب چند نعتیہ اشعار جنھیں میں حنیف اسعدی کی مجموعی نعتیہ شاعری کا انتہائی مختصر انتخاب کہہ سکتا ہوں:-

نفس کی آمد و شد کا عجیب ہے عالم ہے ایک سانس مدینہ تو ایک سانس حرم
دیارِ پاکِ شہِ دیںؐ میں سر کے بل چلیئے کہ پڑ نہ جائے رہِ شوق میں قدم پہ قدم

امیںؐ، صادقؐ، نبیؐ، محبوبِ داور
عروجِ منزلت زینہ بہ زینہ

میں راہ میں ہوں گنبدِ خضرا ہے نظر میں منزل بھی ہے گویا مرے ہمراہ سفر میں
اے کاش کسی روز خد و خال میں ڈھل جائے اک شکل سی پھرتی ہے مرے دیدۂ تر میں

زندگی ہے سفر، اس سفر میں مگر راہرو کوئی ہو، راہبر آپؐ ہیں
مجھ سے عاصی کا مجھ سے گنہگار کا کون غمخوار ہوتا مگر آپؐ ہیں

وہ نام مرے وردِ زباں تھا کہ نظر آئے انوارِ مدینہ بھی در و بامِ حرم پہ
اشکباری کے سوا کیا ہے مرے پاس جواب مجھ سے کچھ پوچھتی ہے عمرِ گریزاں آقاؐ

وہ جسمِ آئینہ پیکر، وہ نورِ ذات و صفات کہیں خدا سے، کہیں آدمی سے ملتا ہے
یہ اور کس سے کہوں میں کہ حسرتِ دیدار مسافروں کی طرح مدتوں سے راہ میں ہے

ہم کو یہ سوچنا ہے کہ نزدیک ہیں کہ دور اُن کے لئے تو ایک سے ہیں امتی تمام
منشورِ زندگی ہو کہ دستورِ بندگی عنواں ہیں آپؐ ہی تو ہر اک سرنوشت کا

اس التفات پہ میرا رُواں رُواں ہے گواہ کرم طلب سے زیادہ تھا حال پر میرے
اتنا آساں تو نہیں آپؐ کی سیرت کا شعور روح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

آپؐ اُن کے لئے بھی رحمت ہیں جو زمانے ابھی نہیں آئے
کبھی بلائیں تو پہنچوں گا اُنؐ کے قدموں تک مگر ابھی کھلی آنکھوں کے یہ سفر میرے

حنیف اسعدی کی ایک نعت ہے جس کی ردیف ہے "نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں"۔ اس میں جذب و سرمستی کا ایک خاص آہنگ ہے اور ہر شعر میں ردیف کی اپنی ایک لذت اور ایک معنویت نظر آتی ہے۔ حنیف اسعدی ایک روحانی تجربے سے گزرے ہیں اور گزر رہے ہیں — وہ عام انسانوں کی سی ایک ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اُن کا کلام پڑھ کر اور ان سے مل کر اندازہ ہوتا ہے کہ دیارِ نبیؐ سے ایک ایسی تڑپ اور سوز و گداز لے کر آئے ہیں جو انہیں ہر لمحہ مضطرب رکھتی ہے اور اسی روحانی اضطراب کا اظہار حنیف اسعدی کی نعتوں میں ہوا ہے۔ ان نعتوں کی تاثیر اور اظہار کی بے ساختگی یقیناً جدید دور کی نعتیہ شاعری میں ایک نئے اسلوب کا اضافہ ہے۔ جگر صاحب نے کہا تھا ؎ اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہؐ

حنیف اسعدی صاحب کے نعتیہ کلام پر یہ سب کچھ لکھنے کے بعد مجھے اپنے بارے میں کچھ یوں ہی محسوس ہو رہا ہے۔

محمد انصار

حمدِ ربّ جلیل

روح میں، تن میں، رگ و پے میں اتاروں تجھ کو
اور پھر دل کی صدا بن کے پکاروں تجھ کو

ذرّہ ذرّہ تری وسعت کا پتہ دیتا ہے
ہر بُنِ مُو میں زباں ہو تو پکاروں تجھ کو

تیرے مظہر ہیں مری ذات کے زنداں میں اسیر
خود کو پامال کروں اور اُبھاروں تجھ کو

تیرا بندہ ہوں کہ ہوں اپنی غرض کا بندہ
جب کوئی کام نہ آئے تو پکاروں تجھ کو

حمدِ ربِّ جلیل

عجز کو عرش تک رسائی دوں
اور تجھ کو تری دہائی دوں

تیرے اوصاف حرزِ جاں کرکے
نفس کو درسِ پارسائی دوں

قلب کو ذکر سے کروں روشن
فکر کو شرک سے رہائی دوں

تو مری ذات کو صفات بنا
میں انہیں تابِ خودنمائی دوں

تو مجھے صرف اپنی چاہت دے
میں ترے نام پر خدائی دوں

ہر بُنِ مُو سے نام لوں تیرا
فرش سے عرش تک سنائی دوں

تو ہے لیکن کسے مجالِ نظر؟
میں نہیں ہوں تو کیا دکھائی دوں؟

اُس ذات پر صفات کی حجّت ہوئی تمام
سیرت تمام نور بدن روشنی تمام

سب کو بقدرِ ظرف ملا ہے شعورِ ذات
اُمّی لقب پہ ختم ہوئی آگہی تمام

اِس منزلت پہ مسجدِ اقصیٰ بھی ہے گواہ
ختم الرّسُل امام نبی مقتدی تمام

بے قیدِ وقت بھیجے گا انؐ پر خدا درود
یہ سلسلہ ہوا ہے نہ ہوگا کبھی تمام

آقائے کائنات کی طاعت گزاریاں
سجدے ہمہ نیاز بدن بندگی تمام

ہم کو یہ سوچنا ہے کہ نزدیک ہیں کہ دور
اُنؐ کے لئے تو ایک سے ہیں اُمتی تمام

وہؐ آخری سفیر ہیں دینِ حنیف کے
اُنؐ پر ہوا ہے سلسلۂ رہبری تمام

کیا مرتبہ ہے اُس تنِ عنبر سرشت کا
جس نے کبھی گلہ نہ کیا سنگ و خشت کا

آزادیٔ حرم سے غلاموں کے دن پھرے
انسان پر وبال تھا دیر و کنشت کا

کُنجِ حیات قعرِ جہنّم سے کم نہ تھا
آپؐ آئے زندگی پہ کھُلا در بہشت کا

اُس وقت درسِ امر و نہی آپؐ نے دیا
دُنیا کو جب شعور نہ تھا خوب و زشت کا

اُن سرکشوں کو آپؐ نے خیر آشنا کیا
احساس تک نہ تھا جنھیں اپنی سرشت کا

منشورِ زندگی ہو کہ دستورِ بندگی
عنواں ہیں آپؐ ہی تو ہر اک سرنوشت کا

لُطفِ نبیؐ بھی چاہئیے فضلِ خدا کے ساتھ
اعمال پر مدار نہیں ہے بہشت کا

رُوح بن کر وسعتِ کونین میں زندہ ہیں آپؐ
صرف ماضی ہی نہیں ہیں حال و آئندہ ہیں آپؐ

ہر زمانہ آپؐ سے کرتا رہے گا کسبِ نُور
ردِّ ظلمت کے لئے وہ نقشِ تابندہ ہیں آپؐ

کوئی ہادی اب نہ آئے گا نہ اُترے گی کتاب
حشر تک کے واسطے فرمانِ پائندہ ہیں آپؐ

جس نے دیکھا آپؐ کو دیکھا طلوعِ صبح کو
اے ضیائے کاخ و کُو، مہرِ درخشندہ ہیں آپؐ

نورِ سیرت آپؐ سے نورِ بصیرت آپؐ سے
روشنی بن کر دلوں کی آج بھی زندہ ہیں آپؐ

عقل اور جذبات میں حُسنِ توازن کے لئے
کارگاہِ زیست میں حق کے نمائندہ ہیں آپؐ

اپنی غفلت کا یہ عالم اور یہ شفقت آپؐ کی
جُرم ہم سے ہو رہے ہیں اور شرمندہ ہیں آپؐ

سررشتۂ کُن فکاں محمدؐ
سرمایۂ جسم و جاں محمدؐ

جس امر کا نام ہے مشیّت
اُس امر کے رازداں محمدؐ

نیرنگیٔ رمزِ غیب و حاضر
اللہ نہاں عیاں محمدؐ

کونین سے تا بہ لوحِ محفُوظ
لکھا ہے کہاں کہاں محمدؐ

تخلیق کے دائروں کے محور
کونین کے پاسباں محمدؐ

ہر قول صداقتوں کا حامل
قرآن ہے جسم، جاں محمدؐ

وہ جس کا خُدا ہوا ثناخواں
وہ ذات ہے بے گماں محمدؐ

حیرت میں ہے فکر کی رسائی
پہونچے ہیں کہاں کہاں محمدؐ

ہوتا ہے زباں پہ اللہ اللہ
کہتا ہے رُواں رُواں محمدؐ

پڑھتا ہوں درود دِل ہی دِل میں
کہتی ہے اگر زباں محمدؐ

اے صلِّ علیٰ وہ نامِ نامی
اے چارۂ بے کساں محمدؐ

گمراہ کے واسطے ہدایت
عاصی کے لئے اماں محمدؐ

مدحت تو ادا ہوئی ہے کس سے
بس یہ کہ کہے زباں "محمدؐ"

میں خود بھی حنیفؔ جانتا ہوں
یہ نعت کہاں، کہاں محمدؐ

اسم لکھوں کہ اسمِ ذات لکھوں
ہر طرح آپؐ کی صفات لکھوں

ہادی و حامی و نصیر کہوں
پاسبانِ ہمہ جہات لکھوں

رحمت و رافت و رؤف ہیں آپؐ
آپؐ کو جانِ التفات لکھوں

جس قدر جانتا ہوں نام پڑھوں
جتنی معلوم ہیں صفات لکھوں

رہے وردِ زباں درود و سلام
اور اِسی کو درونِ ذات لکھوں

رُوح تو ذِکر کرتی جائے گی
رُوح کو کیسے بے ثبات لکھوں

کون ہے آپؐ کا عدیل و مثیل؟
پھر کِسے فخرِ کائنات لکھوں؟

ایک بھی وصف ذاتِ والا کا
لکھنا چاہوں تو تا حیات لکھوں

بس خدا آپؐ کا ہے مرتبہ داں
لاکھ باتوں کی ایک بات لکھوں

زباں پہ جب بھی مدینے کی گفتگو آئی
نگاہ گنبدِ خضرا کو جا کے چھو آئی

کبھی ہُوا مری آنکھوں کی تشنگی کا علاج
کبھی کبھی مرے کانوں میں گفتگو آئی

کسی نے جب بھی کیا تذکرہ شمائل کا
تو میری آنکھوں میں وہ شکل ہو بہو آئی

کیا ہے دِل نے بہر حال اُن کا ذکرِ جمیل
جو سانس آئی لبوں تک وہ باوضو آئی

نفس نفس میں در آیا ہے آگہی کا شعور
ہوائے کوئے مدینہ جو کُو بہ کُو آئی

وہ روشنی جو فضائے حرم میں دیکھی تھی
کبھی نظر کے کبھی دِل کے رُوبرو آئی

حنیفؔ خاکِ مدینہ ملی جو چہرے پر
تو اپنے جسم سے اُس پیرہن کی بُو آئی

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
حضورؐ آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

زمینِ خاکِ مدینہ پہ ناز کرتی ہے
نصیب ایسے کسی اور سرزمیں کے نہ تھے

کوئی نبی نہیں میرے نبیؐ کا ہم پایہ
تمام عہد کسی عہد آفریں کے نہ تھے

کیا ہے آپؐ نے ایسے بُتوں کو بھی پامال
جو نیّتوں میں چھپے تھے جو آستیں کے نہ تھے

ملے ہیں آپ کے در سے خُدا پرستوں کو
کچھ ایسے سجدے بھی جو بخت میں جبیں کے نہ تھے

خدا سے بندے کا رشتہ ہے پیروی اُنؐ کی
جو اس حصار سے نکلے وہ پھر کہیں کے نہ تھے

حنیفؔ قیصر و کسریٰ کی تمکنت ہے گواہ
غلام ایسے کسی بوریا نشیں کے نہ تھے

درُود پہلے پڑھو پھر نبیؐ کا ذِکر کرو
فضائے نوُر میں اُس روشنی کا ذِکر کرو

خدا گواہ کہ ساری خدائی اُنؐ کی ہے
اُنہیںؐ سے ذکرِ خدا ہے اُنہیںؐ کا ذِکر کرو

اِسی طرح تو ہے ترتیب پہلے کلمے کی
خدا کے ساتھ خدا کے نبیؐ کا ذِکر کرو

سناؤ مجھ کو بہ تفصیل فقر کی رُوداد
گدا نواز کی دریا دِلی کا ذِکر کرو

خدا کے دَر سے لیا اپنے دَر سے بانٹ دیا
کوئی ہوا ایسا تو ایسے سخی کا ذِکر کرو

شہِ اُمم کا بدن اور نشاں چٹائی کے
زبانِ اشک سے اِس سادگی کا ذکر کرو

غلام آنے کو کہتا ہے جا کہو کوئی
حضورِ شاہ مری بے کلی کا ذِکر کرو

اذنِ طواف لے کے شہِ دیں پناہ سے
کعبے کو جا رہا ہوں مدینے کی راہ سے

گزروں خیال میں بھی جو اُس بارگاہ سے
ٹپکے عرق جبیں سے ندامت نگاہ سے

اک روشنی کہ نورِ رسالت ہے جس کا نام
اُتری زمیں پہ ہوتی ہوئی مہر و ماہ سے

ماحول کی ضیا ہو کہ ہوں فکر کے چراغ
کرتے ہیں کسبِ نور اُسی جلوہ گاہ سے

ایسی کوئی صفت جو عمل میں ڈھلی نہ ہو
منسوب ہو سکی نہ رسالتؐ پناہ سے

حیرت کی بات ہے کہ لیا ہے خراجِ حق
اک بوریا نشینؐ نے ہر اک کجکلاہ سے

مسلک کوئی ہو منزلِ مقصود ایک ہے
ہر راہ جا ملی ہے مدینے کی راہ سے

جو کسی کا نصیب ہے وہ مرے حضورؐ مجھے بھی دیں
مری ظلمتیں ہیں نگاہ میں تو ذرا سا نُور مجھے بھی دیں

کبھی دِل میں ذکر کے دَر کھُلیں کبھی رُوح محوِ جمال ہو
کبھی وجد ہو کبھی حال ہو کبھی یہ شعُور مجھے بھی دیں

بجز ایک جلوۂ حق نما مجھُے اور کچھ نہ دکھائی دے
جسے ماسوا سے غرض نہ ہو وہ دلِ غیور مجھے بھی دیں

مرے بختِ تیرہ سرشت پر دمِ صبح بابِ اثر کھُلے
ہمہ شب رہے جو محیطِ جاں وہ فضائے نُور مجھے بھی دیں

مرا سینہ جہل سے تنگ ہے نہ کشادگی ہے نہ روشنی
مرے ذوق و ظرف کو دیکھ کر دلِ ناصبور مجھے بھی دیں

جو فراق ہو تو اویسؓ سا جو وصال ہو تو بلالؓ سا
یہ کرم ہو میرے بھی حال پر غمِ نزد و دُور مجھے بھی دیں

یہ مقام مجھ کو بھی ہو عطا مجھے اپنے قدموں میں دیں جگہ
کسی کجکلاہ غلام کا سرِ پُر غرور مجھے بھی دیں

آپؐ اس طرح مری خلوتِ جاں میں آئے
میرے اعمالِ شب و روز اماں میں آئے

سارے احکامِ خدا جن کی زباں میں آئے
منزلت اُنؐ کی بھلا کس کے گماں میں آئے

میرے مولا کا کرم میری زمیں کا اعزاز
سب جہانوں کے امیںؐ میرے جہاں میں آئے

نعمتِ امر و نہی عرشِ عُلیٰ سے لے کر
آپؐ اس کارگہِ سُود و زیاں میں آئے

آپؐ کی ذات ہے وہ دائرۂ وصف و کمال
جو تصور میں سمائے نہ گماں میں آئے

اتنا آساں تو نہیں آپؐ کی سیرت کا شعور
رُوح کی راہ سے گزرے تو بیاں میں آئے

آپؐ کے ذکر کی یہ رفعتیں اللہ اللہ
نام اعلانِ خدا بن کے اذاں میں آئے

جن کی تابش میں نظر آئیں خد و خالِ حضورؐ
ایسے انوار بھی چشمِ نگراں میں آئے

اُنؐ کے منکر کے لئے کوئی نہیں جائے پناہ
اُنؐ کے قدموں میں جو پہونچے وہ اماں میں آئے

لبِ گویا کو وہ معراج عطا ہو یارب
اُنؐ کی تعریف کروں تیری ثنا ہو یارب

جن کی توصیف پہ شاہد ہے ترا اپنا کلام
اُنؐ کی توصیف کا حق مجھ سے ادا ہو یارب!

بیخودی میں وہ نہ کہہ دوں جو نہیں کہنا ہے
شوق کو حفظِ مراتب کا پتہ ہو یارب

نسبتِ خاص تو حاصل ہے کرم سے تیرے
ہم کو آقاؐ کی محبّت بھی عطا ہو یارب

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

تجھ کو جب سجدہ کروں اے مرے تنہا معبود
اُنؐ کا ہی نقشِ جبیں قبلہ نما ہو یارب

یاد آتے ہیں معاصی تو لرز اٹھتا ہوں
وہ شفاعت پہ نہ راضی ہوں تو کیا ہو یارب

اک تمنّا ہے جسے تیرا کرم ہے درکار
جس سے تو خوش ہے وہ مجھ سے نہ خفا ہو یارب

صلِّ علیٰ کس حُسن ادا سے دعوت کا آغاز ہُوا
ذرّہ ذرّہ کون و مکاں کا آپؐ کا ہم آواز ہُوا

نُورِ یقیں کی دولت لے کر فرشِ زمیں پر آپؐ جو آئے
ایک زمیں کیا کون و مکاں پر رحمت کا در باز ہُوا

ایسے گدا بھی آپؐ کے در پر چشمِ فلک نے دیکھے ہیں
تخت سے بڑھ کر طوقِ غلامی جن کے لئے اعزاز ہُوا

کتنے جلوے تھے پسِ پردہ کتنے امر حجاب میں تھے
عرشِ عُلیٰ پر آپؐ کا جانا پردہ درِ ہر راز ہُوا

سب نے سُنا ہے آپؐ نے دیکھا کیا ہے ورائے کون و مکاں
آپؐ ہیں بس اور کوئی نہیں جو محرمِ حرفِ راز ہُوا

منزلِ جاں سے محفلِ ہُو تک ایک قدم کی راہ نہ تھی
فرش تو یوں بھی زیرِ قدم تھا عرش بھی پا انداز ہُوا

بزمِ جہاں میں کوئی نہ تھا جب تب بھی خدا تھا حج سرا
ہستی کے آغاز سے پہلے مدحت کا آغاز ہُوا

مرحبا ختمِ مُرسلیںؐ آئے
فخرِ دنیا و فخرِ دیں آئے

پستیوں کو بلندیاں دینے
فرش پر عرش کے مکیں آئے

یہ ہمارے نصیب ہیں ورنہ
آسماں پر سرِ زمیں آئے!

سب نبی اپنے عہد کے تھے نبی
لیکن اب عہد آفریں آئے

سب سے بڑھ کر جہاں خبر رفتہ تھی
باعثِ کُن فکاں وہیں آئے

کنجِ خلوت بھی بزمِ عرفاں ہے
یہ بتانے حِرا نشیںؐ آئے

آپؐ اُن کے لئے بھی رحمت ہیں
جو زمانے ابھی نہیں آئے

ظلم ہے ظلم کا جواب مگر
آپؐ اس کے لئے نہیں آئے

مجھ سا عاصی اور اُنؐ کی چشمِ کرم
ہائے کس طرح سے یقیں آئے

نبیؐ کے ذکر سے روشن تھے بام و در میرے
یہ نور رات برستا رہا ہے گھر میرے

اِس التفات پہ میرا رُواں رُواں ہے گواہ
کرم طلب سے زیادہ تھا حال پر میرے

جمالِ گنبدِ خضرا، ضیائے صحنِ حرم
مرے سفر میں یہ جلوے تھے ہمسفر میرے

اُنہیںؐ کے نقشِ قدم پر کیا ہے میں نے طواف
مرے حضورؐ وہاں بھی تھے راہبر میرے

رُکے تو دیکھوں کہ روضہ ہے یا تصوّر ہے
ابھی تو گریہ ہے طاری حواس پر میرے

کبھی بلائیں تو پہونچوں گا اُنؐ کے قدموں تک
مگر ابھی کھلی آنکھوں کے یہ سفر میرے!

حنیفؔ اذنِ حضوری ملے تو عرض کروں
ابھی تو میرے ہی دامن میں ہیں گہر میرے

حاضری قرض ہے یہ قرض اتاروں کیسے
زندگی آپؐ کے قدموں میں گزاروں کیسے

میں نے دیکھا تو نہیں آپؐ کو، سوچا ہے بہت
خیرہ آنکھوں میں خد و خال اُبھاروں کیسے

جسم کے ساتھ مری رُوح بھی آلودہ ہے
رُوح میں آپؐ کے جلووں کو اتاروں کیسے

اِک لگن ہے کہ شب و روز رلاتی ہے مجھے
میرے آقاؐ یہ شب و روز گزاروں کیسے

اے خبر گیر و خطا پوش و خطا بخش مرے
اتنی بگڑی ہُوئی صُورت کو سنواروں کیسے

یاد آتے ہیں مصیبت میں ہمیشہ غم خوار
"یا محمدؐ" نہ کہوں میں تو پکاروں کیسے

آپؐ کے قدموں پہ جُھکنے کو جبیں ہے بیتاب
آپؐ کا حکم نہیں سجدہ گزاروں کیسے

نگاہِ خلق میں مقامِ محمدؐ کیا ہے
یہ روشنی ہی سے پُوچھو کہ روشنی کیا ہے

حیاتِ پاک کا ہر لمحہ بن گیا ہے گواہ
کہ ایک بندے کا معیارِ بندگی کیا ہے

کسے شعُورِ تمدّن تھا آپؐ سے پہلے
نہ زندگی کو خبر تھی کہ زندگی کیا ہے

کبھی کرم کی نظر سے کبھی تحمّل سے
یہ دُشمنوں کو بتایا کہ دوستی کیا ہے

نہ زندگی کا سلیقہ نہ بندگی کا شعور
خدا ہی جانے یہ اندازِ پیروی کیا ہے

خدا کا ذکر کریں مدحتِ نبیؐ لکھیں
سوائے اس کے کمالِ سخنوری کیا ہے

حنیفؔ دولتِ کونین اور کیا ہو گی
غلامِ سرورِ دیں ہوں مجھے کمی کیا ہے

کوئی اُنؐ کے بعد نبی ہُوا، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں
کہ خُدا نے خُود بھی تو کہدیا، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں

کوئی ایسی ذاتِ ہمہ صفت، کوئی ایسا نُورِ ہمہ جہت
کوئی مصطفےٰ، کوئی مجتبےٰ، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں

بجز اُنؐ کے رحمتِ ہر زماں، کوئی اور ہو تو بتایئے
نہیں اُنؐ سے پہلے کوئی نہ تھا، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں

کسی ایسی ذات کا نام لو، جو امیں بھی ہو جو اماں بھی ہو
یہ مرے یقیں کا ہے فیصلہ، نہیں اُنؐ کے بعد کوئی نہیں

یہ نگار خانۂ روز و شب، اُسی مبتدا کی خبر ہے سب
مگر ایسا جلوۂ حق نما، نہیں اُن ﷺ کے بعد کوئی نہیں

یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گناہگاروں کا آسرا
تو رُواں رُواں یہ پکار اُٹھا، نہیں اُن ﷺ کے بعد کوئی نہیں

وہ قدم اُٹھے تو بیک قدم ہمہ کائنات تھی زیرِ پا
یہ بلندیاں کوئی چھُو سکا، نہیں اُن ﷺ کے بعد کوئی نہیں

میں راہ میں ہوں گنبدِ خضرا ہے نظر میں
منزل بھی ہے گویا مرے ہمراہ سفر میں

سب اُنؐ کی ہی توصیف ہے واللّیل کہ والشّمس
تاب اُنؐ سے شبِ تار میں نور اُنؐ کا سحر میں

تھی کتنی زمانے کو ہدایت کی ضرورت
آپؐ آئے فضا ڈوب گئی جذب و اثر میں

انسان کی عظمت کا سفر ہے شبِ اسریٰ
معراج اضافہ ہے مُہمّاتِ بشر میں

ہے اپنے غلاموں سے انہیںؐ کیسا تعلّق
کھنچ آیا ہے اُس دَر کا اجالا مرے گھر میں

بڑھتے ہیں حضوری میں غلاموں کے مراتب
میں خود تو نہیں اب مری منزل ہے سفر میں

اُس نام کی حرمت کو رگ و پے میں اتاروں
اُس ذِکر کے انوار نظر آئیں نظر میں

اے کاش کسی روز خد و خال میں ڈھل جائے
اک شکل سی پھرتی ہے مرے دیدۂ تر میں

غفلت کا یہ عالم ہے کہ یہ بھی نہیں احساس
ہم کتنے سبک ہو گئے آقا کی نظر میں

کہیں بھٹکے کہیں ٹھہرے سفینہ
سفر کی آخری منزل مدینہ

حقیقت سایہ افگن ہے زمیں پر
زمیں کا عرش ہے شہرِ مدینہ

نویدِ امن و راحت عاصیوں کو
میرے آقاؐ کی بعثت کا مہینہ

درونِ ذات سرگرمِ سفر ہوں
تصور رہ گزر ہے، دِل مدینہ

اُنہیں کا فیض اُمّیدِ شفاعت
وہیؐ ہیں قلبِ مومن کا سکینہ

شریعتؐ ضابطہ اُنؐ کے عمل کا
طریقتؐ رابطہ سینہ بہ سینہ

امینؐ صادق، نبیؐ، محبوبِ داور
عرُوجِ منزلت زینہ بہ زینہ

ہمارے جُرم پر اُنؐ کو ندامت
وگرنہ اُنؐ کے ماتھے پر پسینہ!

بس یہی دو ہیں میرے سخن کے اصول
حمد ذکرِ خدا، نعت ذکرِ رسولؐ

اُنؐ کے حسنِ کرم کا لگاؤ حساب
جن سے سیکھے ہیں سب نے کرم کے اصول

کوئی مانے نہ مانے یہ اُس کا نصیب
رحمتِ ہر دو عالم ہیں سب کے رسولؐ

اُمتوں کے لئے حجتِ آخری
عرش سے فرش پر اُنؐ کی شانِ نزول

کیسے مُختار، کیسے عبادت گزار
ناخدائے دو عالم خدا کے رسُولؐ

میری کوتاہیاں گمرہی کی دلیل
وسعتوں کا امیں اُنؐ کا حُسنِ قبُول

ہم کو اپنی خبر نہ اُنؐ کا خیال
وہؐ ہماری خطاؤں کی خاطر ملُول

اِسی اُمید پہ تنہا چلا ہوں سوئے حرم
ملیں گے آپؐ کے نقشِ قدم، قدم بہ قدم

نفس کی آمد و شد کا عجیب ہے عالم
ہے ایک سانس مدینہ تو ایک سانس حرم

میں کیا بتاؤں تمہیں وجہِ گریۂ پیہم
بہت ہے اُنؐ کی مرے حال پر نگاہِ کرم

گناہگاروں کی ڈھارس بھکاریوں کا بھرم
خوشا وہ دامنِ رحمت زہے وہ دستِ کرم

خُدا کرے کہ مری رُوح میں اُتر جائے
وہ نورِ شمعِ ہدایت، وہ روشنی کا حرم

دربارِ پاکِ شہؐ دیں میں سر کے بل چلیے
کہ پڑ نہ جائے رہِ شوق میں قدم پہ قدم

حفیظؔ شاعرِ دربارِ مُصطفےٰؐ ہوں میں
عطا ہُوئے ہیں مرے فکروفن کو لوح و قلم

اک اک سے کہہ رہی ہے نظر اضطراب میں
پھر لے چلو حضورِ رسالت مآبؐ میں

اک شب دعائے نیم شبی کے جواب میں
مجھ کو مرے حضورؐ نظر آئے خواب میں

دیکھا کہ سب ہے عکسِ خد و خالِ مصطفیٰؐ
جو کچھ لکھا ہُوا ہے خدا کی کتاب میں

صلِّ علیٰ بہ فیضِ جمالِ محمّدیؐ
جلوے حجاب میں تھے نہ آنکھیں حجاب میں

اک کیفِ سرمدی تھا کہ طاری تھا رُوح پر
حل ہو رہی ہو جیسے کرن آفتاب میں

میرے نصیب مجھ سے کچھ ارشاد بھی ہُوا
لیکن میں کچھ سمجھ نہ سکا اضطراب میں

دِل کیفیت میں غرق نظر حیرتوں میں گُم
محسُوس ہو رہا ہے کہ اب بھی ہوں خواب میں

اب تک یہ حال ہے کہ تصوّر کئے بغیر
اک شکل ہے کہ پھرتی ہے چشمِ پُر آب میں

اے رحمتِ تمام مجھے یہ خبر نہ تھی
حصّہ مرا بھی ہے کرمِ بے حساب میں

ہادئ پاک و خیر البشر آپؐ ہیں
ذاتِ حق مبتدا ہے خبر آپؐ ہیں

آپؐ سا راہداں اور کوئی نہیں
فرش پر آپؐ ہیں عرش پر آپؐ ہیں

وہ حقیقت نظر آئی ہے آپؐ ہیں
جس حقیقت کے پیغامبر آپؐ ہیں

زندگی ہے سفر اس سفر میں مگر
راہرو کوئی ہو راہبر آپؐ ہیں

آپؐ کا رُخ ہے سُوئے حرم یا نبیؐ
میرا قبلہ اُدھر ہے جدھر آپؐ ہیں

میرے مطلوب و مقصود ہیں آپؐ ہی
ہیں سفر میں ہمہ حدِّ سفر آپؐ ہیں

آپؐ کے نور نے مجھ کو بخشا شعور
میرا وجدان میری نظر آپؐ ہیں

آپؐ کے نام پر مانگنے سے ملے
حق تو یہ ہے دعا کا اثر آپؐ ہیں

دوستوں کے لئے دشمنوں کے لئے
پیکرِ بخشش و درگزر آپؐ ہیں

مجھ سے عاصی کا مجھ سے سیہ کار کا
کون غمخوار ہوتا مگر آپؐ ہیں

یا رب یہ تمنّا ہے کہ نازل ہو وہ ہم پر
جو نعت ابھی قرض ہے قرطاس و قلم پر

وہ نام مرے وردِ زباں تھا کہ نظر آئے
انوارِ مدینہ بھی در و بامِ حرم پر

وہ نورِ جبیںؐ سارے زمانوں کا اُجالا
وہ نقشِ قدم سایہ فگن ہست و عدم پر

طے ہوتی گئی منزلِ اسریٰ کی مسافت
کھُلتے گئے اسرارِ سفر شاہِؐ اُمم پر

جو کچھ بھی مِلا بخش دیا خلقِ خدا کو
حیراں ہے سخاوت بھی اِس اندازِ کرم پر

کیا شان ہے اے صلِّ علیٰ ابرِ کرم کی
اُٹھتا ہے عرب سے تو برستا ہے عجم پر

توفیق ہے دشوار شریعت نہیں دشوار
قدموں کے نشاں ملتے ہیں ایک ایک قدم پر

آقاؐ مری غفلت کو کرم کی ہے ضرورت
اعمال تو ایسے نہیں تکیہ ہے کرم پر

دِل سے اوہام مٹے فکر نے رستہ پایا
آپؐ آئے تو پتہ ہم نے خدا کا پایا

قابلِ رشک تھے وہ لوگ جنہیں آپؐ ملے
زندگی اُس کی ہے جِس نے وہ زمانہ پایا

کِس قدر عام ہُوئی وسعتِ دامانِ کرم
کتنی صدیوں کے اندھیروں نے اُجالا پایا

نہ کوئی ہمسر و ہمتا نہ کوئی مثل و عدیل
آپؐ کو آپؐ کے اوصاف میں تنہا پایا

نہ کوئی ایسا سخی ہے نہ کہیں ایسے گدا
ایک قطرے کی طلب کی ہے تو دریا پایا

بے سہاروں نے ضعیفوں نے تہی دستوں نے
دستگیری کے لئے آپؐ کو اپنا پایا

کوئی آزردہ نظر آیا تو آزردہ ہوئے
آپؐ تڑپے ہیں کسی کو جو تڑپتا پایا

دونوں ہاتھوں میں ہے اب آپؐ کا داماں آقاؐ
کوئی ہو میں تو نہیں بے سر و ساماں آقاؐ

ریشہ ریشہ ہے سیہ خانۂ عصیاں آقاؐ
جانے کیا ہو جو نہ ہوں آپؐ نگہباں آقاؐ

ایک ارماں ہے، یہی ایک ہے ارماں آقاؐ
آپؐ ہیں آپؐ رہیں میرے نگہباں آقاؐ

آپؐ کا سایۂ رحمت ہے گنہ گاروں پر
میں بھی ہوں اپنے گناہوں پہ پشیماں آقاؐ

آپؐ کا حُسنِ عمل شرحِ کلامِ برحق
آپؐ ہیں دینِ مُبیں آپؐ ہیں ایماں آقاؐ

ایسے آقا ہیں کہ ہے ساری خُدائی اُنؐ کی
ایسے بندے ہیں کہ ہے جن کا ثناخواں آقا

اشکباری کے سوا کیا ہے مرے پاس جواب
مُجھ سے کچھ پُوچھتی ہے عمرِ گریزاں آقاؐ

مرے حضورؐ اُس اوجِ کمال تک پہونچے
کوئی نہیں ہے جو اُنؐ کی مثال تک پہونچے

وہ سب کے سب مرے آقاؐ کے نامِ نامی ہیں
تمام وصف جو حدِّ کمال تک پہونچے

اُنہیںؐ کی چشمِ کرم آشنا کے صدقے ہیں
دل و نگاہ مرے وجد و حال تک پہونچے

درِ نبیؐ پہ پہونچ کر خدا کو یاد کروں
خدا کرے یہ تمنّا مآل تک پہونچے

کوئی دُعا تو درِ مستجاب تک جائے
کوئی تو اشک مرا عرضِ حال تک پہونچے

پڑھوں وہ نعت کہ گونجے اذان سی دل میں
ملے وہ سوز جو لحنِ بلال رضی اللہ عنہ تک پہونچے

حنیفؔ اپنی گدائی پہ ناز ہے مجھ کو
وہ ہاتھ خود مرے دستِ سوال تک پہونچے

دُعا کو بابِ اثر سے گزار کر دیکھو
درِ نبیؐ پہ خدا کو پکار کر دیکھو

رُوئیں رُوئیں سے اُٹھے گی صدائے اللہ ہُو
زباں سے ذکرِ نبیؐ بار بار کر دیکھو

خدا گواہ خدا کے رسُولؐ کے اوصاف
شمار ہو نہیں سکتے شمار کر دیکھو

یہاں بھی ایک حرم ہے یہاں بھی طیبہ ہے
حریمِ ذات میں سجدے گزار کر دیکھو

تم اُنؐ سے دُور ہو لیکن وہؐ تم سے دُور نہیں
یقیں نہ آئے تو اُنؐ کو پکار کر دیکھو

سمجھ سکو گے نہ یُوں ظلم اہلِ طائف کے
وہ کرب خود رگ و پے میں اُتار کر دیکھو

بہت کریم ہے آقائے اِنس و جاں کا مزاج
دِل و نگاہ کو بے اختیار کر دیکھو

سرِ ساحل نظر آتے ہیں سفینے کتنے
میرے آقاؐ نے بسائے ہیں مدینے کتنے

اس حقیقت کو تو جبریلِ امیں سے پوچھو
زیرِ پا آئے ہیں معراج میں زینے کتنے

کتنی تاریک فضائیں تھیں دل و جاں پہ محیط
روشنی آئی تو روشن ہوئے سینے کتنے

کس قدر اوج پہ پہونچا ہے غلاموں کا نصیب
پرتوِ مہر سے چمکے ہیں نگینے کتنے

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

آپؐ کے نقشِ قدم سامنے رکھ کر دیکھو
پائے ہیں زیست نے جینے کے قرینے کتنے

میرا ایماں مرا قرآں، مرا کعبہ مرا دل
مجھ پہ احسان کئے میرے نبیؐ نے کتنے

آپؐ کی اک نگہِ لطف کے صدقے میں حنیفؔ
کیا بتاؤں کہ ہیں سینے میں دفینے کتنے

وہ ذات بیکس و مجبور کا سہارا نہ ہو
یہ اور بات ہمیں نے انہیں پکارا نہ ہو

خدا نے آپ کو دنیا میں اس لئے بھیجا
مصائبِ زیست میں انسان بے سہارا نہ ہو

وہ دشمنوں سے بھلا انتقام کیا لیتے
ستمگروں پہ بھی جن کو ستم گوارا نہ ہو

وہ آج شہرِ سکوں ہے جہاں پہ آقا نے
کبھی سکون کا اک لمحہ بھی گزارا نہ ہو

تمام عمر خدائی سے پیار میں گزری
خدا کے بندوں کا پیارا خدا کو پیارا نہ ہو

حضورؐ ایسے بھی مہجور پر کرم کہ جسے
سفر کا شوق ہو لیکن سفر کا یارا نہ ہو

حنیفؔ میں بھی کروں اب کے اہتمامِ سفر
کہیں اُدھر سے مری سمت بھی اشارا نہ ہو

خدا گواہ کہ بے حد و بے کراں ہیں حضورؐ
جہاں جہاں ہے خدائی وہاں وہاں ہیں حضورؐ

ازل سے تا بہ ابد میرِ کارواں ہیں حضورؐ
کوئی یہ مجھ سے نہ کہنا کہ اب کہاں ہیں حضورؐ

زمانے اُنؐ کے ہیں پست و بلند اُنؐ کے ہیں
اُتر کے فرشِ زمیں پر بھی آسماں ہیں حضورؐ

کوئی کہیں بھی ہو اُنؐ کے کرم سے دُور نہیں
تمام عالمِ امکاں پہ مہرباں ہیں حضورؐ

خدا کی ذات سے یادِ نبیؐ ہے وابستہ
جہاں بھی ذکرِ خدا کیجئے وہاں ہیں حضورؐ

عجیب طرح کا رشتہ ہے دست و داماں میں
میں لاکھ پیکرِ غم ہوں مری اماں ہیں حضورؐ

نہ جانے اُمّتِ عاصی کا حشر کیا ہوتا
رہے کہ بندہ و آقا کے درمیاں ہیں حضورؐ

نامِ نامی بھی صدا ہو جیسے
سب زمانوں نے سنا ہو جیسے

عینِ مدحت ہے محمدؐ کہنا
نام ایسا کہ ثنا ہو جیسے

مغفرت اُنؐ کی شفاعت کا ہے نام
خُلد بھی اُنؐ کی عطا ہو جیسے

اُنؐ کی توصیف کی حد ہے نہ حساب
کہہ کے بھی کچھ نہ کہا ہو جیسے

کتنا پُر کیف ہے طیبہ کا سفر
راہ خوُد راہ نما ہو جیسے

اِس طرح یادِ مدینہ آئی
پھر مجھے یاد کیا ہو جیسے

اب وہؐ مجھ میں ہی مکیں ہیں گویا
دشتِ جاں کُنجِ حِرا ہو جیسے

اب تو ہر سانس پہ ہوتا ہے گماں
اُنؐ کے دامن کی ہوا ہو جیسے

اللہ اللہ یہ فیضانِ جمال
قلب زیرِ کفِ پا ہو جیسے

دل کچھ اس ڈھنگ سے دھڑکا ہے ابھی
آپؐ کا نام لیا ہو جیسے

اپنے ہر جرم پہ محسوس ہُوا
آپؐ نے دیکھ لیا ہو جیسے

رُواں رُواں مرا روتا ہے چشمِ تر کی طرح
کہ اب بھی دُور ہوں قدموں سے پیشتر کی طرح

مرے حضور میں نادم ہوں اپنی غفلت پر
خبر کے بعد بھی گزری ہے بے خبر کی طرح

ابھی حرم میں ہوں گویا ابھی مدینے میں
گزر رہے ہیں مرے روز و شب سفر کی طرح

پھر اُس دیارِ کرامت اثر میں لے کے چلو
جہاں کی خاک پہ جھکتا ہے دِل بھی سر کی طرح

نظر سفر میں تھی اور رُخ تھا سوئے کوئے نبیؐ
جمالِ گنبدِ خضرا تھا ہم سفر کی طرح

یہ کس کے صدقے میں ہر سمت روشنی پھیلی
حرم کے صحن مدینے کے بام و در کی طرح

ہمہ صفات ہے وُہ ذاتِ اقدس و اعلیٰ
یہ مت کہو کہ ہیں خیر البشرؐ بشر کی طرح

نہ جانے کب سے ہے مجھ کو یہ انتظار حضورؐ
کہ میرے سر پہ مدینے کا ہو غبار حضورؐ

نگاہ دید سے محروم دل تصرّف سے
قرار کس طرح آئے نہیں قرار حضورؐ

بساطِ فکر ہے محدود وصف لامحدود
نہ ہو سکیں ہیں نہ کر پاؤں گا شمار حضورؐ

مجھے بھی کاش وہ مدحت کا شوق دے جس نے
دئے ہیں آپ کو اوصاف بے شمار حضورؐ

حضورؐ آپ کا صدقہ ہے کارگاہِ وجود
اسی سے زیست کا قائم ہے اعتبار حضورؐ

حضورؐ آپؐ کے زیرِ قدم ہیں غیب و شہود
کہ شش جہات کے ہیں مرکزِ قرار حضورؐ

کچھ اس طرح سے مجھے اذنِ باریابی دیں
کہ آؤں آپؐ کے قدموں میں بار بار حضورؐ

دستِ طلب ہوں دستِ کرم چاہتا ہوں میں
غم تو بہت ہیں آپؐ کا غم چاہتا ہوں میں

زادِ سفر بھی چاہیئے اذنِ سفر کے ساتھ
مجھ پر کرم ہے اور کرم چاہتا ہوں میں

اے رہنمائے انفس و آفاقِ کائنات
بس آپؐ ہی کے نقش قدم چاہتا ہوں میں

رحمت مآبؐ دیدہ و دِل پر بھی اِک نگاہ
دل کا گداز آنکھ کا نم چاہتا ہوں میں

کعبہ ہو میرے دل میں مدینہ نگاہ میں
دونوں تجلّیوں کو بہم چاہتا ہوں میں

اتنا عطا ہو مجھ کو بھی عرفانِ بندگی
اپنی نظر میں اپنا بھرم چاہتا ہوں میں

لکھنی ہے ذرّہ ذرّہ پہ مدحِ حبیبِؐ پاک
شایانِ شان لوح و قلم چاہتا ہوں میں

ہر لحظہ محوِ یادِ خدا ہوں مگر حضورؐ
کیسے کہوں کہ آپؐ کو کم چاہتا ہوں میں

بہ یک نگاہ وہ جلوہ بہم نظر آیا
درِ حبیب ﷺ سے بامِ حرم نظر آیا

زہے نصیب کہ اکثر مجھے کھلی آنکھوں
دیارِ پاکِ شہِ ﷺ محترم نظر آیا!

اُنہیں ﷺ کے در پہ پہونچ کر کرم کی بھیک ملی
اُنہیں ﷺ کے قدموں میں اپنا بھرم نظر آیا

نظر جھکائے میں فکرِ مآل میں گم تھا
نظر اُٹھی تو وہ بابِ کرم نظر آیا

بنا لیا ہے اُسے زندگی نے اپنا شعار
جہاں کہیں بھی وہ نقشِ قدم نظر آیا

نہ جانے کون سی منزل تھی شب میں آقاؐ
کہ قلب آپؐ کے زیرِ قدم نظر آیا

حنیفؔ روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریب
خدا کا نور خدا کی قسم نظر آیا

خود جو لکھوں تو یہی حسبِ طبیعت لکھوں
اپنی قسمت میں مدینے کی زیارت لکھوں

زندگی گزری ہے بے فیض سخن سازی میں
اب جو لکھوں تو فقط آپؐ کی مدحت لکھوں

عمر بھر بس اسی عالم میں رہیں دست و دہن
آپؐ کا ذکر کروں آپؐ کی سیرت لکھوں

آپؐ محبوبِ خلائق ہیں خدا آپؐ کا ہے
اور کیا اس کے سوا آپؐ کی نسبت لکھوں

آپؐ کے سامنے ہے نامۂ اعمال مرا
کس طرح خود کو سزاوارِ شفاعت لکھوں

پے بہ پے حکم عدولی پر بہا کر آنسو
آپؐ کے خُلق کو بخشش کی ضمانت لکھّوں

بسکہ معیارِ سخاوت ہے اُنہیںؐ سے قائم
سب سخی کہتے ہیں اُن کو میں سخاوت لکھّوں

جس کو جو کچھ بھی ملا اُنؐ کے ہی صدقے میں ملا
اُنؐ کے در کو بھی خدا کا درِ دولت لکھّوں

مشعلِ نور ہے وہؐ ذات یہ سب جانتے ہیں
میں تو اُس نام کو بھی شمعِ ہدایت لکھّوں

خدا گواہ کبھی محترم نہیں ہوتا
وہ دل کہ جس پہ وہ نقشِ قدم نہیں ہوتا

زہے نصیب کہ مجھ پہ نظر ہے آقا ﷺ کی
ہر ایک قلب تو شایانِ غم نہیں ہوتا

درِ حضور ﷺ پہ گریہ ہی کام آتا ہے
زباں کو حوصلۂ عرضِ غم نہیں ہوتا

جو دل دیا ہے تو اُن ﷺ کی طلب بھی دے یا رب
طلب نہ ہو تو کرم بھی کرم نہیں ہوتا

وہ در عجیب ہے، اس در سے جو بھی ملتا ہے
کسی کی وسعتِ داماں سے کم نہیں ہوتا

مرے حضورؐ کا مسجود ہے مرا مسجود
سرِ نیاز کہیں اور خم نہیں ہوتا

وہ نام سینہ بہ سینہ سفر میں ہے اب بھی
یہ فیض وہ ہے جو بخشش سے کم نہیں ہوتا

حنیفؔ اُنؐ کے غلاموں کو ناز ہے اُن پر
غلام ایسا کہیں محترم نہیں ہوتا

کیا مرتبہ بیاں ہو رسالت مآبؐ کا
کیسے حساب ہو کرمِ بے حساب کا

پیشِ نظر ہے قبلِ نبوّت کی زندگی
دیباچہ پڑھ رہا ہوں خدا کی کتاب کا

ہر دَور ہر دیار ہے جس کے محیط میں
قرآں وہ معجزہ ہے رسالت مآبؐ کا

ہر لحظہ سامنے ہیں مدینے کے بام و در
میں اور کیا بتاؤں سبب اضطراب کا

ہم سے کہیں زیادہ ہے اُنؐ کو ہماری فکر
ہم کو تو خوف تک نہیں روزِ حساب کا

مجھ سے گناہگار پہ رحمت حضورؐ کی
ذرّے کا ہے نصیب کرم آفتاب کا

آقاؐ ہمارے دورِ جہالت پہ بھی نظر
پھر حال ہے خراب جہانِ خراب کا

قدموں میں منہ چھپانے کو آیا ہے اک غلام
آقاؐ سلام لیجئے چشمِ پُرآب کا

پیشِ خدا چلو تو چلو اس طرح حنیفؔ
چمکے جبیں پہ نقش درِ مستجاب کا

زباں پر مری وردِ صلِّ علیٰ ہے
زمیں ہمنوا ہے فلک ہمنوا ہے

مہ و مہر میں بھی انہیںؐ کی ضیا ہے
یہ جلوے نہ ہوں تو خدائی میں کیا ہے

وہؐ آقا ہیں سب کے یہ جب سے سنا ہے
مری بیکسی کو بڑا آسرا ہے

وہ ذاتِ مکرّم وہ اسمِ گرامی
مری زندگی ہے مرا مُدعا ہے

یہ معراجِ ذات و صفات اللہ اللہ
ثنائے محمدؐ ثنائے خدا ہے

گداؤں کے دامن ہیں کوتاہ لیکن
وہ دستِ کرم عذر ناآشنا ہے

حنیفؔ اُنؐ کی مدحت ہے بے حدّ و پایاں
بہت کہہ چکا ہوں بہت رہ گیا ہے

زہے نصیب اُنہیںؐ ربط حالِ زار سے ہے
مری مراد مدینے کے تاجدار سے ہے

محیطِ جاں ہے وہی مرکزِ جہاں ہے وہی
قرارِ قلب کو جس نقطۂ قرار سے ہے

کلامِ حق سے ہے ظاہر حبیبِ حق ہیں وہی
جہاں بھی ذکر ہے اُنؐ کا بڑے ہی پیار سے ہے

مری نجات کا اعمال پر مدار نہیں
یہ آسرا مجھے محبوبِ کردگار سے ہے

اُنہیںؐ سے ہو گا شفاعت کا مرحلہ آساں
وہیؐ تو ہیں جنہیں شفقت گناہ گار سے ہے

اگر ہے اُنؐ سے محبّت تو حکم بھی مانو
اُمید اُنؐ کو یہ اپنے امید وار سے ہے

بیادِ ذاتِ گرامی بہ فیضِ قلبِ گداز
سکُون دِل کو بہت چشمِ اشکبار سے ہے

مجھے شعُور نہیں آپؐ کے مناقب کا
حضورؐ میری یہ مدحت مرے شمار سے ہے

پتا خدا کا خدا کے نبیؐ سے ملتا ہے
یہ راستہ بھی انہیںؐ کی گلی سے ملتا ہے

نہ کوئی گوشہ زمیں کا ہے اس گلی کا جواب
نہ کوئی شہر دیارِ نبیؐ سے ملتا ہے

درِ نبیؐ سے ملی ہے وہ بے کلی مجھ کو
قرارِ قلب کو جس بے کلی سے ملتا ہے

شعورِ ذات، شعورِ نظر، شعورِ حیات
ہے جن کے نام کا صدقہ اُنہیؐ سے مِلتا ہے

وہ جسمِ آئینہ پیکر وہ نورِ ذات و صفات
کہیں خدا سے کہیں آدمی سے ملتا ہے

ہے بات فخر کی لیکن شرف غلامی کا
دل و نگاہ کی پاکیزگی سے ملتا ہے

زہے یہ شوقِ زیارت زہے یہ خواب حنیفؔ
کبھی کبھی مرا حصّہ ابھی سے ملتا ہے

راہِ حق میں جو سرِ راہ مدینہ آیا
ایسا محسوس ہوا عرش کا زینہ آیا

اتنی دُوری پہ بھی یہ قرب نہ ہے میرے نصیب
بس تصوّر ہی کیا تھا کہ مدینہ آیا

اک تمنا میں برستی رہیں پہروں آنکھیں
آپؐ کی یاد میں جب یادِ مدینہ آیا

آپؐ کے فکر و عمل کی یہ بلندی یہ مقام
دیکھنے والوں کو جینے کا قرینہ آیا

خواب میں تو نظر آتا ہے مدینہ لیکن
آنکھ کھولوں تو یہ دیکھوں کہ مدینہ آیا

جانے کس سمت لئے جاتی ہے دُنیا ہم کو
راہ میں کعبہ ملا ہے نہ مدینہ آیا

ہم نے سیکھے تو ہیں، برتے نہیں آدابِ سفر
اب گلہ کیا ہے جو طوفاں میں سفینہ آیا

اب اس منزل پہ عمرِ مختصر ہے
سفر میں ہوں مدینہ ہمسفر ہے

مِلا ہے مجھ کو پھر اذنِ حضوری
کرم مجھ پر ہے اور بارِ دگر ہے

اطاعت کے لئے وہ ذاتِ اقدسؐ
خدا کے بعد سب سے معتبر ہے

لگن ہو تو درِ اقدس ہے کیا دُور
درُونِ قلب بھی اک رہگزر ہے

مرے آقاؐ کی مجھ پر ہیں نگاہیں
مری اپنی خطاؤں پر نظر ہے

طریقت مسندِ حلقہ بگوشاں
شریعت جادۂ خیر البشرؐ ہے

رسالت کے بہت منصب ہیں لیکن
رسالت اصل میں حق کی خبر ہے

یہ میرے دور کی ہے کم نصیبی
بشر بیگانۂ خیر البشرؐ ہے

حنیف احمد ہے اس نسبت پہ نازاں
کہ اس کا نام اُنؐ کے نام پر ہے

تمام عمر اسی ایک کام میں گزرے
درود پڑھ کے گزاروں، سلام میں گزرے

وہ روز و شب بھی جو بیت الحرام میں گزرے
تصورِ درِ خیر الانامؐ میں گزرے

میں اُنؐ کو یاد کروں وہ مجھے تسلّی دیں
ہر ایک سانس پیام و سلام میں گزرے

درود میری اطاعت، سلام میرا نیاز
زہے وہ شب جو درود و سلام میں گزرے

ملا نہ اذنِ حضوری مگر مرے شب و روز
اِسی اُمید اِسی اہتمام میں گزرے

مرے وجود میں حل ہو کے رہ گئے ہیں حنیفؔ
جو لمحے مسجدِ خیر الانامؐ میں گزرے

کوئی کہیں ہو اگر آپؐ کی نگاہ میں ہے
خدا کے بعد وہ سب سے بڑی پناہ میں ہے

جوارِ امن میں ہے راستی کی راہ میں ہے
جو قلب سایۂ دامانِ دیں پناہ میں ہے

نہ یہ جمال کسی کے جلال میں دیکھا
نہ ایسا عجز کسی بھی جہاں پناہ میں ہے

تمام کون و مکاں انؐ کی مملکت کے نشان
جہانِ بُود و نبُود انؐ کی بارگاہ میں ہے

جو وہ بلائیں تو پہونچوں جو وہ سنیں تو کہوں
ابھی تو ذوقِ طلب حسرتوں کی راہ میں ہے

یہ اور کس سے کہوں میں کہ حسرتِ دیدار
مسافروں کی طرح مدتوں سے راہ میں ہے

حضورؐ اذنِ حضوری ملے تو عرض کریں
ہمارا حال عجب حالتِ تباہ میں ہے

شعورِ فکر سے محروم اُمّتِ مرحوم
حصارِ ذات سے نکلی تو خانقاہ میں ہے

یہ کس کی تشریف آوری پر بہار مژدہ سنا گئی ہے
زمیں تو کیا کائنات ساری جوارِ رحمت میں آ گئی ہے

"انا محمدؐ" صدائے حق تھی تمام ارض و سما میں گونجی
ہر اک زمانے کی رُوح بن کر ہر اک زمانے پہ چھا گئی ہے

وہ اک کرن جو حرا سے پھُوٹی ہر اُمتی کا نصیب بن کر
نظر نظر میں اُتر گئی ہے نفس نفس میں سما گئی ہے

وہ شمعِ لاہوت کا اُجالا نہ جس کا سایہ نہ جس کا ہالا
وہ روشنی عرش سے اُتر کر دلوں کی وسعت پہ چھا گئی ہے

شجر، حجر، مہر و ماہ، تارے اُنہیںؐ کے نقشِ قدم ہیں سارے
فلک تو پہلے ہی زیرِ پا تھا زمیں بھی قدموں میں آ گئی ہے

نظرِ عدو و دِ نظر سے آ گئے قدم زمان و مکاں سے باہر
کچھ اس ادا سے وہ ذاتِ اقدس بسوئے عرشِ علا گئی ہے

حریمِ دل سے زباں پہ آئی تو سب نے کی میری ہمنوائی
چہار جانب جہاں جہاں تک صدائے صلّ علا گئی ہے

درِ نبیؐ پر کھڑا ہوا ہوں خدا سے کچھ مانگنے کی خاطر
مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے اثر کو لے کر دعا گئی ہے

خوشا کہ کہنے لگی ہے دنیا غلامِ شاہِ مدینہ مجھ کو
زہے مقدّر یہ سرفرازی جو میرے حصّے میں آ گئی ہے

ایک عجیب کیفیت قلب و نظر کے ساتھ ہے
ذکر حبیبِ پاک کا دیدۂ تر کے ساتھ ہے

اُن کی نوازشات سے سہل ہوئی ہے زندگی
دستِ کرم قدم قدم دست نگر کے ساتھ ہے

ان کی نگاہِ لطف سے دُور ہوں دُور تر نہیں
روضۂ پاک ہر نفس میری نظر کے ساتھ ہے

یاد سہارا بن گئی، نام وسیلہ ہو گیا
میری زبان پر دعا اپنے اثر کے ساتھ ہے

دُور سے تک رہا ہوں میں راہ روانِ شوق کو
میں تو نہیں مری نظر گردِ سفر کے ساتھ ہے

آپؐ کی ذاتِ پاک ہے وجہِ قیامِ کائنات
سلسلہ برگ و بار کا جیسے شجر کے ساتھ ہے

عرضِ ہُنر کو بھی حنیفؔ میں نے کیا ہے عرضِ حال
نعت میں رنگِ شاعری خُونِ جگر کے ساتھ ہے

اُس ایک نام کی حُرمت پہ بے شمار درُود
وہ ایک نام جو رحمت بنا سبھی کے لئے

خدا گواہ خدا کی کتاب کی صورت
حیاتِ پاک نمونہ ہے زندگی کے لئے

قدم اُٹھے تو زمان و مکاں تھے زیرِ قدم
یہ اہتمام ہوا ہے کبھی کسی کے لئے؟

بشر کی فکر کا خیر البشرؐ کی سمت سفر
یہ رابطہ بھی سعادت ہے آدمی کے لئے

جراحتوں کے عوض ہاتھ اُٹھے دعاؤں کو
کلیجہ چاہئے دشمن سے دوستی کے لئے

مرے مزاج پہ بھاری ہے اب غزل کا مزاج
کُھلے زباں تو کُھلے مدحتِ نبیؐ کے لئے

غلامِ شاہؐ مدینہ کہیں گے لوگ مجھے
گدائی لی ہے اسی شانِ خسروی کے لئے

مری بے بسی پہ کرم کرو تمہیں واسطہ ہے حضُور کا
مجھے اُس دیار میں لے چلو جہاں ذرّہ ذرّہ ہے نوُر کا

مری زندگی ہمہ بندگی یہ عطائے ربِّ کریم ہے
مرا قلب ذکر سے جاگ اُٹھا یہ کرم ہے مجھ پہ حضورؐ کا

وہ چراغِ گنبدِ کاخ و کو، وہ حرم کی آخری آبرو
وہی نقشِ دستِ کلیم ہیں، وہی نوُر جلوۂ طُور کا

وہ جمالِ حق کا ظہُور ہیں، وہ جبھی تو نوُر ہی نوُر ہیں
یہ بجا تو اتنا بتائیے کہیں سایہ ہوتا ہے نوُر کا

میں فدائے مظہرِ ذات ہوں میں فنائے حُسنِ صفات ہوں
مری رُوح یادِ حضورؐ کی، مرا قلب ذکرِ حضورؐ کا

یہ بڑا کرم ہے کہ جسم و جاں ہیں پناہ میں شہِؐ دیں پناہ
مجھے حشر میں بھی اماں ملے مجھے ڈر ہے یومِ نشور کا

میں مطیع سرورِؐ دیں ہُوا تو خدا کے اور قریں ہُوا
یہ بشر کا اوجِ کمال ہے یہ سفر ہے قُرب سے دُور کا

مری بے خودی کو کہاں خبر اسے چشمِ تر ہی سے پُوچھیئے
کہ حقیقت اُس درِ پاک پر جو سماں تھا کیف و سرُور کا

حضورؐ اب تو نہ مرنے میں ہوں نہ جینے میں
میں خود یہاں ہوں مری روح ہے مدینے میں

قدم قدم پہ بہار آئی ہے مدینے میں
مگر وہ آگ لگی ہے جو بھڑکے سینے میں

نہ ہوگی اب کے بھی کیا حاضری مدینے میں
اک اور ٹھیس لگی دِل کے آبگینے میں

ہدایتوں کے لئے رہنمائیوں کے لئے
مرے حضورؐ مرے ساتھ ہیں سفینے میں

اُسی کا قلب ہے آماجگاہِ سورۂ نور
شبیہِ حضرتؐ والا ہے جس کے سینے میں

حدُودِ عرش سے آگے نکل گئے وہ قدم
بڑھا کے اک نئی منزل فلک کے زینے میں

رُواں رُواں عرقِ انفعال میں تر ہے
یہ جسم لے کے کہاں آ گئے مدینے میں!

بارِ عصیاں سر پہ ہے بیچارگی سے آئے ہیں
دستگیرِ بے کساں! ہم بے کسی سے آئے ہیں

کتنے درماندہ مسافر کارواں در کارواں
آپؐ کے قدموں میں راہِ گمرہی سے آئے ہیں

ہم جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا رہے
یہ سلیقے آپؐ ہی کی پیروی سے آئے ہیں

جتنے کسریٰ جتنے جم آتے ہیں اے خُلقِ عظیمؐ
آپؐ کی حلقہ بگوشی میں خوشی سے آئے ہیں

آپؐ نے تو ہر طرح سکھلائے آدابِ حیات
ہم پہ یہ ادبار اپنی خودسری سے آئے ہیں

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

آپ ﷺ سب کچھ جانتے ہیں کیسے ہو عذرِ گناہ
سر ندامت سے جھکائے عاجزی سے آئے ہیں

پا برہنہ، پا شکستہ، دِل گرفتہ، غم زدہ
جانِ رحمت ہم دیارِ بے کسی سے آئے ہیں

فقر میں ایسی بلندی، عجز میں ایسا شکوہ
اُن ﷺ کے آگے کج کلہ بھی عاجزی سے آئے ہیں

نذرِ آقا ﷺ ہوں تو ان کی قدر بھی ہو کچھ حنیفؔ
اشک آنکھوں میں جو دِل کی بیکلی سے آئے ہیں

کیا کہئے حضورِ شاہِ اُمم کیا قلب کی حالت ہوتی ہے
چلئے تو قدم تھرّاتے ہیں رُکئے تو ندامت ہوتی ہے

روضے کی زیارت کرتے ہی آنکھیں تو وضو کر لیتی ہیں
جالی سے لپٹ کر رونے سے باطن کی طہارت ہوتی ہے

وہ اذنِ حضوری کا عالم جس وقت بقیدِ حدِ ادب
ہر اشک زباں بن جاتا ہے ہر سانس میں مدحت ہوتی ہے

اے راہ روانِ کوئے نبیؐ اس در پہ مجھے بھی لے کے چلو
جس در پہ پہونچ کر عاصی کو اُمّیدِ شفاعت ہوتی ہے

اک بار مدینہ دیکھ آؤ میری ہی طرح ہو جاؤ گے
مجھ کو تو کھلی آنکھوں بخدا ہر وقت زیارت ہوتی ہے

اُس ذات کا ہر دم ذکر رہے اس نام کا پیہم ورد کرو
جس ذکر سے دل بول اٹھتا ہے جس نام سے راحت ہوتی ہے

جو دشمنِ جاں تھے اُن کے لئے آقاؐ نے دعائیں مانگی ہیں
اے صلِّ علیٰ اِس درجے کی کس قلب میں وسعت ہوتی ہے

اک نظر ایسی بھی مجھ پر مرے آقاؐ ہو جائے
قطرہ دریا تو نہیں ہوتا ہے، دریا ہو جائے

مجھ سے گمراہ پہ بھی بابِ کرم وا ہو جائے
دین کے نُور سے روشن مری دنیا ہو جائے

آپؐ کے وصف رگ و پے میں اُترتے دیکھوں
آپؐ کی طرح مری زندگی سادا ہو جائے

اسی حسرت میں گزرتے ہیں شب و روز مرے
جو کرم مجھ پہ ہُوا ہے وہ دوبارا ہو جائے

اشک آنکھوں سے جو ٹپکیں تو دُعا بن جائیں
اس قدر تڑپوں کہ ہر سانس تقاضا ہو جائے

لب پہ آتا ہے تو ہر سانس میں بس جاتا ہے
دِل میں وہ نام اُتر جائے تو دِل کیا ہو جائے

سُن کے پڑھنے لگیں قدسی بھی مرے ساتھ حنیفؔ
درخورِ نعت کوئی شعر تو ایسا ہو جائے

حرم کے زائر، صفا کے راہی، منیٰ و عرفات کے مسافر
کہیں ہماری بھی گفتگو تھی، کوئی ہمارا بھی تذکرہ تھا؟

قبول کر کے درود میرے، پیام سن کر، سلام لے کر
حضورؐ نے کچھ کہا تو ہوگا اگر کہا تھا تو کیا کہا تھا؟

مزارِ اقدس کو جن سے دیکھا اب اُن نگاہوں سے مجھ کو دیکھو
وہ حشر دل میں اٹھا دیے میرے دہاں جو تم پر گزر رہا تھا

ہماری گمراہیوں کے قصّے ہماری بدبختیوں کا عالم
حضورِ آقاؐ بیاں کیا تھا تو کس طرح سے بیاں کیا تھا

ہمارے رونے کی بات کی تھی تو اشک آنکھوں میں تھے تمہارے؟
ہماری آہوں کے تذکرے پر تمہارے دِل سے دھواں اُٹھا تھا؟

وہ آہ اک بار پھر تو کھینچو جو دِل سے اُٹھی تھی وقتِ گریہ
وہ سیلِ گریہ مجھے دکھاؤ جو وقتِ رخصت رواں ہوا تھا

مری طرف سے بہ چشمِ گریاں یہ بات تم نے کہی تو ہوگی
اُسے بھی تھی حاضری کی حسرت اُسے بھی رحمت کا آسرا تھا

لکھ لکھ کے تا یہ کہئے سرِ منبر پڑھوں سلام
جانا نصیب ہو تو پہونچ کر پڑھوں سلام

سارے وجود سارے بدن سے پڑھوں درود
وارفتگی میں خود سے گزر کر پڑھوں سلام

بعد از خدا اُنہیں کا تصوّر ہے دِل نشیں
گہرائیوں میں دِل کی اُتر کر پڑھوں سلام

شاید اسی سے قربِ مسلسل نصیب ہو
ہو کر قریبِ روضۂ اطہر پڑھوں سلام

شایانِ شان مدحتِ خیر الوریٰ کے بعد
نزدیک جا کے قدموں سے لگ کر پڑھوں سلام

آنکھوں میں عمر بھر کی ندامت لئے ہوئے
رو رو کے پیشِ شافعِ محشر پڑھوں سلام

ٹھہرے نہ دِل تو نام کو وردِ زباں کروں
آنسو نہ رُک سکیں تو برابر پڑھوں سلام

تضمین

(برنعتِ شاعر لکھنوی)

اُنؐ کی نبیوں میں پہچان سب سے الگ
اُنؐ کے اُمّت پہ احسان سب سے الگ
قول، پیغام، فرمان سب سے الگ
میرے آقاؐ کی ہے شان سب سے الگ
جیسے رُتبے میں قرآن سب سے الگ"

آپؐ کونین کے مقصد و مدّعا
خالق و خلق کے درمیاں واسطہ
نورِ ہر دو سرا، جلوۂ حق نما
"شانِ خیر البشر، خاتم الانبیا
اک پیمبر، اک انسان سب سے الگ"

مرکزِ کاخ و کو، محورِ روز و شب
دستِ جود و کرم، ذاتِ رحمت لقب
رب کے بندوں پہ یہ لطفِ محبوبِ رب
شفقتیں بے سبب رحمتیں بے طلب
اُن ﷺ کی بخشش کا عنوان سب سے الگ"

رفعت و شان میں فہم و ادراک میں
اُن ﷺ کا ثانی زمیں پر نہ افلاک میں
اس قدر سادگی شاہِ لولاک ﷺ میں
عرش قدموں میں پیوند پوشاک میں
ہیں دو عالم کے سلطان ﷺ سب سے الگ"

جا بجا ذکر اُن ﷺ کا ہے قرآن میں
اِس حوالے سے میں جانتا ہوں اُنہیں ﷺ
اللہ اللہ نسبت کی یہ برکتیں
"اُن ﷺ کو دیکھا نہیں پھر بھی پہچان لیں
میری آنکھوں کا ایمان سب سے الگ"

جو گداؤں کے داتا ہیں بعدِ خدا
اُن ﷺ کے دربارِ عالی میں دے کر صدا
دونوں عالم سے دل کو غنی کر لیا
اُن ﷺ کے در کے گدا، سر پہ تاجِ اَنا
ہم فقیروں کی پہچان سب سے الگ"

ہے حنیفؔ اُن پہ آقا ﷺ کا ایسا کرم
جس سے قائم ہے اُن کے سخن کا بھرم
اُن کا یہ قول ہے کس قدر محترم
نعت کہتے ہیں دل کی زمینوں میں ہم
شاعر اپنا ہے میدان سب سے الگ"

تضمین

(بر نعتِ راغب مراد آبادی)

وہ مجسّم شعور و دانائی
وہ بہارِ جہانِ زیبائی
اے کہ جس کا ہر اک تمنّائی
"اے خوشا وہ رسولِ بطحائیؐ
جس کے دم سے ہے عالم آرائی"

کون ایسا ہُوا ہے مرحلہ داں
شانِ معراج کس طرح ہو بیاں
مہر و مہ اُنؐ کی منزلوں کے نشاں
"گردِ پا اُنؐ کی بزم کا ہکشاں
رہگزر اُنؐ کی چرخِ مینائی"

کس کا احساں ہے دونوں عالم پر
کون لایا ہے مُبتدا کی خبر
کون پہونچا ورائے حدِ نظر
"شبِ اسریٰ تھا کون گرمِ سفر
کِس نے رفتارِ وقت ٹھہرائی"

کون بھولے گا ایسے احساں کو
کس نے دی تن پہ برتری جاں کو
کم کیا کِس نے بارِ عصیاں کو
"کس نے بخشے ضعیف انساں کو
زورِ حق، علم کی توانائی"

وقت کے ساتھ بڑھ رہا تھا مرض
جسم و جاں کے لئے بلا تھا مرض
یہ کسے ہے خبر کہ کیا تھا مرض
"نوعِ انساں کا لا دوا تھا مرض
کون تھا جس نے کی مسیحائی"

ظلمتوں میں گھرا ہُوا انساں
ڈھونڈتا پھر رہا تھا جائے اماں
لیکن اُس وقت روشنی تھی کہاں
"ظلمتِ کفر تھی محیطِ جاں
آپؐ آئے تو روشنی آئی"

مرحمت سب پہ ہی خدا کی ہے
لیکن اُنؐ پر تو انتہا کی ہے
سب کو اک اک صفت عطا کی ہے
"جملہ اوصافِ انبیا کی ہے
ذاتِ سرکار ہی میں یکجائی"

دِل میں آئے کہ لب پہ نام آئے
پئے توصیفِ ذوالکرام آئے
لفظ اب جو بھی زیرِ دام آئے
"مدحِ خیر البشرؐ میں کام آئے
میری ہر سعیٔ خامہ فرسائی"

اُن کا مدحت سرا کہو مجھ کو
اب کہو صرف نعت گو مجھ کو
ہیں پڑھے جاؤں سب سنو مجھ کو
"کیوں نہ قسمت پہ ناز ہو مجھ کو
شاہِ بطحا کا ہوں تولّائی"

یہ دُعا تھی حنیف کی راغب
آپ سے خُوش رہیں نبیؐ راغب
آپ کی بات بن گئی راغب
"وہ کہیں اپنا امتّی راغب
اللہ اللہ عزت افزائی"

تضمین

(برنعتِ شبنم رومانی)

مرتبہ یہ ہے خیرالانام آپؐ کا
ہے کلامِ الٰہی کلام آپؐ کا
ذکر کرتے ہیں سب خاص و عام آپؐ کا
وِرد کرتا ہوں میں صبح و شام آپؐ کا
واقعی اسمِ اعظم ہے نام آپؐ کا"

دینِ حق کے سپاہی غلام آپؐ کے
راہبر ہوں کہ راہی غلام آپؐ کے
سب کے سب بارگاہی غلام آپؐ کے
کر گئے بادشاہی غلام آپؐ کے
"بادشاہوں کو دیکھا غلام آپؐ کا"

خیر ہیں خیر کی آخری حد بھی ہیں
باعثِ کُن بھی ہیں کُن کا مقصد بھی ہیں
خُود بھی حامد ہیں ممدوحِ سرمد بھی ہیں
آپؐ احمد بھی ہیں اور محمد بھی ہیں
"حمد ہے لازمی جزوِ نام آپؐ کا"

یُوں تو تکمیلِ دینِ متیں کے لئے
اُترے احکامِ حق مُرسلیں کے لئے
یہ عطا تھی فقط شاہِ دیںؐ کے لئے
"آسماں کے صحیفے زمیں کے لئے
آسماں کو زمیں سے پیام آپؐ کا"

سر بسر خُلق تھی زندگی آپؐ کی
دُشمنوں تک نے تعریف کی آپؐ کی
لُطف سے کم نہ تھی برہمی آپؐ کی
"عدل سے بھی سوا منصفی آپؐ کی
انتہائے کرم انتقام آپؐ کا"

بیقراریٔ قلب و نظر کے لئے
دردِ دل کے لئے چشمِ تر کے لئے
عاصیوں کی دُعا میں اثر کے لئے
" دفعِ شر اور دفاعِ بشر کے لئے
نام کافی ہے خیر الانام آپؐ کا"

آپؐ سردارِ سرور ہیں یا سیّدیؐ
وجہِ تخلیق ہیں آپؐ ہی یا نبیؐ
جزو و کُل آپؐ کے کائنات آپؐ کی
"آپؐ ہی سے عبارت ہے کُل زندگی
زندگی کا یہ کُل ہے نظام آپؐ کا"

دیارِ حرم سے واپسی

میں خود یہاں ہوں دِل ہے اُسی انجمن کے ساتھ
یہ حال ہے کہ رُوح نہ ہو جیسے تن کے ساتھ

محسُوس ہو رہا ہے کہ ہر سمت نُورِ ذات
جلوہ فگن ہے اب بھی اُسی بانکپن کے ساتھ

ہر لحظہ اب بھی جیسے طوافِ حرم میں ہوں
بالکل اُسی طرح سے اُسی پیرہن کے ساتھ

میری اُسی طرح سے پذیرائیاں ہوئیں
پہونچا تھا اُس دیار میں میں جس لگن کے ساتھ

اب کِس زباں سے شکوۂ دَورِ خزاں کروں
میں خود ہی چھوڑ آیا بہاریں چمن کے ساتھ

درِ نبیؐ سے واپسی

میرے نصیب مجھ کو سعادت ہوئی نصیب
کچھ دن گزارنے کی شہِؐ ذوالمنن کے ساتھ

آقاؐ مجھے زباں ہو عطا بہرِ عرضِ حال
گم ہیں یہاں حواس بھی تابِ سخن کے ساتھ

دیوانگیٔ شوق میں غلطاں ہیں جسم و جاں
مجھ کو سنبھالئے مرے. دیوانہ پن کے ساتھ

انفاسِ غم سے جان عجب کش مکش میں ہے
اب سانس ایک چھیڑ سی ہے جان و تن کے ساتھ

اب کے خدا بلائے تو کچھ اس طرح سے جاؤں
دو گز زمین ڈھونڈھنے دو گز کفن کے ساتھ

سلام بحضور خیر الانام

آقاؐ سلام لو مرے آقاؐ سلام لو

نبیوں میں سب سے افضل و اعلیٰ سلام لو
اے راہدانِ منزلِ اسریٰ سلام لو
اے پاسبانِ حرمتِ بطحا سلام لو
اے اپنی ذاتِ خاص میں تنہا سلام لو
آقاؐ سلام لو مرے آقاؐ سلام لو

تخلیقِ کائنات کے منشا سلام لو
بنیادِ دین و غایتِ دُنیا سلام لو
انسانیت کے دُکھ کے مداوا سلام لو
تسکینِ قلب و جانِ تمنّا سلام لو
آقاؐ سلام لو مرے آقاؐ سلام لو

بالائے دوش لے کے مصائب کا ازدحام
آیا ہوں دل شکستہ و بدحال و تشنہ کام
لایا ہوں کچھ درود کے تحفے تو کچھ سلام

اے رحمتِ مدینہ و بطحا سلام لو
آقا سلام لو مرے آقا سلام لو

آقا میں اپنا حالِ زبوں کس طرح کہوں
مفلس ہوں بے نوا ہوں شکستہ ہوں خوار ہوں
اس بیکسی میں نذر کروں بھی تو کیا کروں

اے بیکسوں کے والی و مولا سلام لو
آقا سلام لو مرے آقا سلام لو

دُرود و سلام

تم پہ لاکھوں درُود
تم پہ لاکھوں سلام

اے شہِ ہست و بُود
تم پہ لاکھوں درُود
شاہِ خیرالانام
تم پہ لاکھوں سلام

مدحتِ خاص و عام
مِنّتِ ہر غلام
عاجزانہ پیام
ذکرِ خیرُالانام
سب دُرود و سلام
ذاتِ والا کے نام
خود خُدائے کرام
روز و شب صُبح و شام
بھیجتا ہے مدام
تمُ پہ لاکھوں سلام

عالمِ ہست و بُود
بزمِ غیب و شہُود
زندگی کا وجُود
بندگی کی قیوُد
تم سے سب کی نمُود
اے امیرِ جنُود
اے قیام و قعوُد
اے رکوع و سجُود
تم پہ لاکھوں دُرود
تمُ پہ لاکھوں سلام

سیّدِ نیک نام
ذوالمنن، ذوالکرام
ہر قدم اِک مقام
ہر نفس اِک پیام
مرجعِ خاص و عام
اے ذوی الاحترام
ایک ادنیٰ غلام
کر رہا ہے سلام
شاہِ خیر الانام
تم پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم
تاجدارِ حرم
شاہِ والاحَشم
عارفِ کیف و کم
ذاتِ قُدسی شِیَم
اے سپہرِ نِعَم
اے سحابِ کرم
تم کو ہر اک کا غم
تم شفیعِ اُمَم
تم پہ لاکھوں سلام

آفتابِ ہُدیٰ
ماہ تابِ عطا
دُرِّ بحرِ صفا
معدنِ اتّقا
سیدالاصفیا
جلوۂ حق نما
عکسِ نورِ خُدا
صاحبِ ہل اَتیٰ
احمدِ مجتبیٰؐ
تم پہ لاکھوں سلام

نورِ شمس و قمر
ظلمتوں کی سحر
راکبِ بحر و بر
فاتحِ خیبر و شر
سطوتِ بام و در
راہداں، راہبر
صادق و معتبر
نطقِ شیریں اثر
ذاتِ والا گہر
تم پہ لاکھوں سلام

شرحِ اُمّ الکتاب
راستی کے نصاب
کذب کے سدِّباب
دفترِ اکتساب
سارے نبیوں کے خواب
آپ اپنا جواب
رحمتِ بے حساب
اے درِ مستجاب
اے رسالت مآب
تم پہ لاکھوں سلام

نازشِ دو جہاں
فخرِ کون و مکاں
نکتہ ور نکتہ داں
حق نگر، حق رساں
رحمتِ ہر زماں
دل پہ دل جاں پہ جاں
راحتِ عاشقاں
رافتِ عاصیاں
مونسِ بے کساں
تم پہ لاکھوں سلام

رَدِّ ہر قال و قیل
حق پہ محکم دلیل
دین کے سنگِ میل
عادلِ بے عدیل
بے کسوں کے کفیل
بے بسوں کے وکیل
قاسمِ سلسبیل
لُطفِ ربِّ جلیل
اے دعائے خلیل

تم پہ لاکھوں سلام

چرخ کا عرض و طُول
جن کے قدموں کی دھول ؐ
جن کی شانِ نزول ؐ
نعمتوں کا حصُول
جن کے روشن اصُول
جیسے جنّت کے پھُول
سب ظلوم و جہُول
جن کو دل سے قبُول
ایسے اچھّے رسُول

تم پہ لاکھوں سلام

سرورِ ملک و دیں
صدرِ بزمِ یقیں
شاہِ صحرا نشیں
سیّد العارفیں
رہبرِ سالکیں
مظہرِ اوّلیں
حجّتِ آخریں
خاتمِ المرسلیں
شافعِ المذنبیں
تم پہ لاکھوں سلام

دستِ جود و سخا
بختِ شاہ و گدا
داستانِ عطا
عذر نا آشنا
فخرِ فقر و غنا
خلق کی منتہا
خلق کا مدعا
سب کے حاجت روا
سب کے عقدہ کشا
تم پہ لاکھوں سلام

واقفِ نزد و دور
سرِّ غیب و حضور
مصدرِ ہر ظہور
شانِ ربِّ غفور
زندگی کے شعور
اے جسور و غیور
میرے دل کے سرور
میری آنکھوں کے نور
میرے اچھے حضورؐ
تم پہ لاکھوں سلام

1618

تغیّر ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ انسان بھی اپنے پورے وجود میں غیر محسوس طور پر آہستہ آہستہ بدلتا رہتا ہے یہ اس کا مقدّر ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی تبدیلی اچانک آ گئی ہے۔ کوئی طوفان اُٹھا ہے جس نے لینڈ اسکیپ ہی کو بدل کر رکھ دیا ہے، یا کوئی صبح طلوع ہو کر کسی نئے سورج کو مسلّط کر گئی ہے، یا کسی فرد کی قلبِ ماہیت ہو گئی ہے اور وہ مسٹر حنیف اسعدی سے مولانا حنیف اسعدی ہو گیا ہے۔

مولانا حنیف اسعدی شفّاف شخصیّت کے مالک ہیں، اندر باہر سے پاک صاف، دیندار اور دیانتدار۔ انہوں نے اپنی زندگی میں دین اور دُنیا کا حیرت انگیز توازن قائم کر رکھا ہے اور اس توازن کی کلید ان کی قناعت پسندی ہے، درویشانہ قناعت پسندی۔

حنیف اسعدی نے غزل بھی کہی نظم بھی، قطعہ بھی لکھا رباعی بھی، مگر ان کی پہچان ان کی نعت سے ہوئی ہے اور حق تو یہ ہے کہ نعت گوئی انھیں کا حق ہے۔ نعت لکھنے کے لئے حضرت رسالت مآب صلعم سے عقیدت کے ساتھ ساتھ محبّت بھی ایک بنیادی شرط ہے۔ آپ سے عقیدت تو بہت سے غیر مسلموں کو بھی رہی ہے اور انہوں نے اچھی نعتیں کہی ہیں مگر محبّت اور ہی چیز ہے

ع یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

تو حنیف اسعدی کا تمام نعتیہ کلام اُس نازک حقیقت سے عبارت ہے جسے سطور میں نہیں صرف بین السطور پڑھا جا سکتا ہے اور ادب کا تقاضا بھی یہی ہے چنانچہ نعت گویانِ عہدِ حاضر میں حفیظ تائب اور حنیف اسعدی دو ایسے نام ہیں جن پر اعتبار کیا جا سکتا ہے اور جن کا لکھا ہوا لفظ لفظ "عشق" اور "ادب" دونوں کسوٹیوں پر پُورا اترتا ہے۔

شبنم رومانی